رفیع الشان ہے

شانِ رفاعیؓ

دوم

مؤلف

الحاج سید رضی الدین رفاعی

ناشر

رفاعیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

السید الرفاعی 29-7-02

رفیع الشان ہے

شانِ رفاعیؒ

دوم

مؤلف

الحاج سید رضی الدین الرفاعی

ناشر: رفاعیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تعداد اشاعت ۵۰۰ سو

مطبع رفاعیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ
کراچی۔ پاکستان

فہرست

۱۔ پیش لفظ	صفحہ ۱۱
۲۔ عرضِ حال	۱۵
۳۔ سوانح حیات	۲۷
۴۔ کرامات	۸۷
۵۔ مزید تفصیلات	۹۹
۶۔ وصال	۱۰۶

سرنامہ

بحضور جدّی الشیخ سیّدنا احمد کبیر الرّفاعی رضؓ

یہ میرے بہتے ہوئے آنسوؤں کا نذرانۂ

عقیدت بکمال ادب و احترام پیشِ

خدمت ہے ۔

ان آنسوؤں کو روند کر سیلاب بنا دے
مقبول کرکے گوہرِ نایاب بنا دے

رضی الدین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ اٰمِيْن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

توئی اسرار جانم یا حبیبی
توئی روحِ روانم یا حبیبی

لقائے تو جوابِ ہر سوال
نہانی در عیانم یا حبیبی

توئی مطلوب و مقصودِ دو عالم
توئی وردِ زبانم یا حبیبی

نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
یکے از کشتگانم یا حبیبی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْن

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الصَّادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِيْن

اَلسَّيِّدُ اَحْمَدُ اَبِي الْحَسَنِ عَلِيِ الرِّفَاعِيْ

سُلْطَانُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعَارِفِيْن

مِنَ الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْن

سلام بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ختمِ رُسل شہِ انام میرا بھی آپ لیں سلام
مطلعِ کل مہِ تمام میرا بھی آپ لیں سلام

اے زائرینِ خوش خرام اتنا ہے بس میرا پیام
کہنا وہ جالیوں کو تھام میرا بھی آپ لیں سلام

آہ وہ سنگِ در کہیں اور کہیں میری جبیں
جذبۂ دل ہے تشنہ کام میرا بھی آپ لیں سلام

دُور درِ حبیب ہے اور اجل قریب ہے!
عمرِ رواں ہے تیز گام میرا بھی آپ لیں سلام

آپ سے دور کیوں رہوں دردِ فراق کیوں سہوں
میرا بھی ہو وہیں مقام، میرا بھی آپ لیں سلام

سامنے ہو وہ بارگاہ محوِ طواف ہو نگاہ
ذوقِ نظر ہو شاد کام میرا بھی آپ لیں سلام

میں ہوں درِ حبیب ہو میرا بھی یہ نصیب ہو!
ہو وردِ لب یہ صبح و شام میرا بھی آپ لیں سلام

شوریدہ سر کی التجا بس ہے یہی مرے خدا
قربِ رسول ہو مدام میرا بھی آپ لیں سلام

زاہد بے نوا ہوں میں گرچہ بہت بُرا ہوں میں
لیکن ہوں آپ کا غلام میرا بھی آپ لیں سلام

زاہد رفاعی

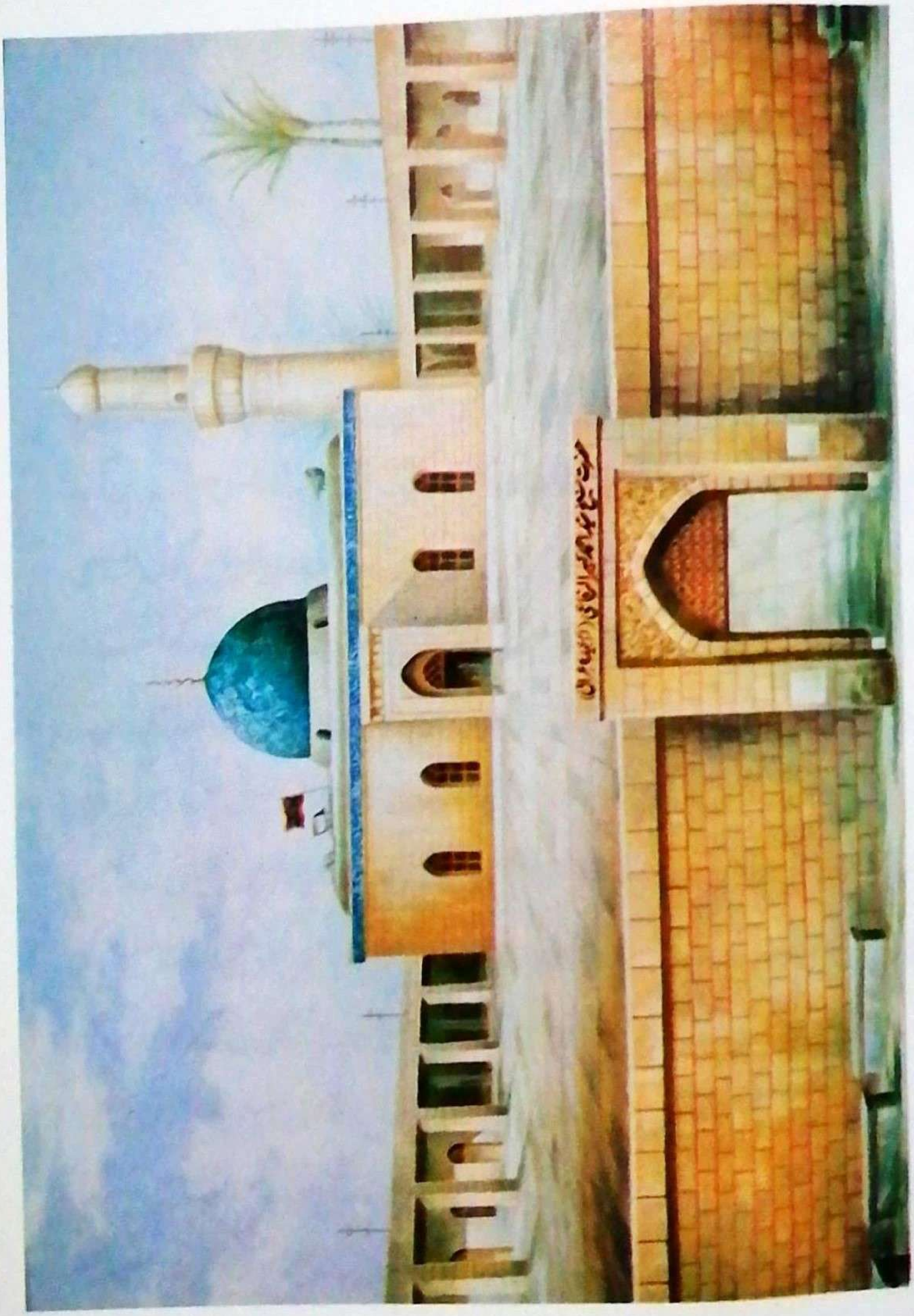

پیش لفظ

یوں تو حضرت سیدنا الشیخ سید احمد الکبیر معشوق اللہ تعالیٰ الحسینی الموسوی الرفاعی قدس اللہ سرہ العزیز کے نام نامی اور خاندانِ عالیہ رفاعیہ سے ہند و پاک کے عوام ناآشنا نہیں، اور تقریباً ہر شخص جانتا ہے کہ آپؒ ایک بلند پایہ اور عالی مرتبت بزرگ ولیِ کامل، غوثِ زماں اور قطبِ دوراں ہیں۔ لیکن اب تک اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی، جس سے آپ کی زندگی کے تفصیلی حالات اور آپ کے کشف و کرامات سے پوری پوری واقفیت حاصل ہوسکے۔ اگرچہ عربی کی بڑی بڑی کتابیں آپ کے مراتب و مناقب، کشف و کرامات اور سوانح حیات سے بھری ہوئی ہیں، مگر فی زمانہ ہندوپاک کے عوام تو ایک طرف، خواص بھی مشکل ہی سے چند ایسے نکلیں گے، جن کو عربی زبان پر کامل عبور ہو۔ اور دنیاوی حالات بھی کچھ ایسے ہوگئے ہیں کہ ان علوم کو سیکھنے کے لیے پہلی سی سہولتیں اور وقت میسر نہیں۔ ان سب مشکلات کے علاوہ یہاں ہندوپاک میں وہ کتابیں کمیاب بلکہ نایاب ہیں اور ہر کس و ناکس انہیں حاصل نہیں کرسکتا، جس کی وجہ سے حضرت موصوف کے حالات سے بہت کم لوگ واقف ہیں، لہٰذا ضرورت تھی کہ اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع کی جائے جس سے عوام کو حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی قدس سرہٗ کے حالات اور بلند مقام سے واقفیت حاصل ہو۔

میرے بھائی سید رضی الدین الرشید رفاعی تقسیم ملک کے بعد بغرض تجارت

کراچی (پاکستان) جاکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے ہیں اور تجارت کے ساتھ ساتھ خاندانِ رفاعیہ کی بقا اور فروغ میں بھی کوشاں رہتے ہیں۔ ان کو اپنے جدّامجد اور مورثِ اعلیٰ حضرت سیّد احمد الکبیر الرفاعی سے اس درجہ محبت اور عشق ہے کہ کاروبار کی بے حد مصروفیت کے باوجود تین چار مرتبہ عراق جاکر حضرت سیّد احمد الکبیر الرفاعی کے روضۂ مقدس امِ عبیدہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں اور اپنے ساتھ چند اور عاشقانِ رفاعی کو بھی اس آستانِ پاک کی جبیں سائی سے سرفراز اور فیضیاب کیا ہے۔ وہ خاص کراچی میں بھی ہر سال حضرت رفاعیؒ کا عرس شریف بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔

بھائی سیّد رضی الدین رفاعی نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا، اور حضرت سیّد احمد الکبیر معشوق اللہ رفاعی قدس سرّہٗ کے حالات اور کرامات پر مبنی ایک کتاب (شانِ رفاعی) کے نام سے پہلے گجراتی اور پھر اُردو میں شائع کی۔ جس میں بڑی خوبی سے آپؒ کے حالاتِ زندگی، آپ کے اعلیٰ مراتب، نیز آپ کے اقوال، کرامات و دیگر تمام ضروری معلومات کافی تحقیق و جانفشانی کے ساتھ مختلف معتبر کتابوں سے فراہم کر کے بڑی خوش اسلوبی اور اختصار سے جمع کئے ہیں۔ آج کل کے مصروف زمانے میں لوگوں کو ضخیم کتابیں پڑھنے کا وقت مشکل ہی سے ملتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر یہ مختصر کتاب بڑی مفید ثابت ہوگی جس میں تمام ضروری اور کارآمد معلومات بڑی اچھی ترتیب سے سمو دی گئی ہیں۔

ایک خاص بات، جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے، کہ بعض لوگ عدمِ واقفیت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت سیّد احمد الکبیر الرفاعی کی کوئی

نرینہ اولاد نہیں تھی، اور آپ کا نسب صرف لڑکی سے جاری ہے۔ اس غلط خیال کی بنیاد معلوم نہیں کیا ہے؟ اور کس نے یہ خیال پھیلایا ہے؟ بہرحال اس مختصر رسالہ سے اس غلط فہمی اور سراسر بے بنیاد مفروضہ کا بھی ازالہ ہو جائے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ حضرت رفاعی کثیر الاولاد تھے اور آپ کی نرینہ اولاد عرب و عجم اور دیگر بہت سے ممالک نیز ہند و پاک کے اکثر و بیشتر اضلاع میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ان سے فیوض روحانی بفضلہ جاری ہیں اور انشاء اللہ العزیز ہمیشہ جاری رہیں گے۔

امید ہے کہ حلقۂ رفاعیہ عالیہ سے تعلق رکھنے والے حضرات اور دیگر عقیدت مند لوگ اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے اور اپنی معلومات میں اضافہ کر کے روحانی مسرت حاصل کریں گے۔ اگرچہ بظاہر یہ ایک چھوٹی سی مختصر کتاب ہے لیکن اس میں حضرت موصوف کی عظیم شخصیت اور آپ کے کوائف زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے نیز آپ کے نصائح اور قیمتی اقوال کا جو بیش بہا خزانہ اس میں بند ہے وہ عاشقان اولیاء اللہ تعالیٰ اور تشنگانِ سلوک و معرفت کی سیرابی کے لئے یقیناً آب حیات ثابت ہوگا۔

آپ کی شخصیت تو اتنی عظیم الشان ہے کہ بڑے بڑے ضخیم دفتر بھی اس کے بیان سے قاصر ہیں، پھر ایک مختصر رسالہ اس کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے؟ تاہم بھائی سید رضی الدین رفاعی نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی جو کامیاب کوشش کی ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

خدائے تعالیٰ ہم سب کو ایسے خدا رسیدہ بزرگان دین کے حالات پڑھنے اور ان کے نصائح و اقوال پر عمل کرنے کا ذوق و شوق اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب کی تیاری میں دیگر جن حضرات نے بھائی سید رضی الدین رفاعی کے ساتھ تعاون کیا اور ان کی استعانت و امداد کی ہے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں، یقیناً حضرت الرفاعی ان کے اس کار خیر سے خوش ہو کر انہیں فیوض و برکات روحانی سے مستفیض فرمائیں گے۔

اگر چند حضرات بھی اس کتاب کو پڑھکر اس سے حقیقی دینی و دنیوی فوائد حاصل کر سکیں اور اعمال حسنہ پر کاربند ہو جائیں تو یہی اس کتاب کی اشاعت کے اصل مقصد کی کامیابی کی دلیل ہوگی، اور مصنف کے لئے خراج تحسین ہوگا۔ فقط

احقر

سید زین العابدین زاھد رفاعی۔ (بڑودہ بہار)

(مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۶۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

الحمد للہ الذی اظہر الخلائق والملل والامم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد سید العرب والعجم وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اجمعین ہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض خدمت ہے کہ یہ ادنیٰ نذرانہ عقیدت نہایت ہی خلوص دل اور بے حد اعتقاد و محبت اور بے انتہا احترام کے ساتھ میرے جدّ امجد الشیخ شیخ الانس والجان سید الاولیاء سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں ہدیتہً پیش کرتا ہوں۔ کاش یہ ہدیہ قبول ہو جائے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

آپ تمام لوگوں سے درخواست ہے کہ آپ سب دعا کریں کہ میری یہ عاجزانہ پیشکش بارگاہ عالیہ رفاعیہ میں قبول ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

اس کتاب کے لکھنے میں احقر نے جن کتابوں سے مدد حاصل کی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ بنیان المشید

۲۔ الطبقات الکبریٰ کا اردو ترجمہ طبقات الاولیاء

۳۔ حکم رفاعیہ

۴۔ تحفہ رفاعیہ

۵۔ لباب المغنی (مطبوعہ مصر)

۶۔ حقیقت الباہرہ فی اسرار الشریعت الطاہرہ (مصنفہ مولانا امام سید محمد ابوالہدیٰ رفاعی حسینی صیادی خالدی استنبولی)

۷۔ جامع الفتویٰ

۸۔ درالدارین وغیرہ۔

میں یہ کہنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتا کہ کسی طرح بھی میں اس کام کو انجام تک پہنچانے کے لائق نہیں تھا مگر یہ بھی میرے جدامجد الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت ہے کہ میں بحسن وخوبی اس کتاب کو لکھ سکا۔ میں نے جو کچھ اس کتاب میں تحریر کیا ہے مذکورہ بالا کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ حاصل کیا ہے۔ اور نہایت خلوص اور بہت ہی انکساری اور بے حد عقیدت سے لکھا ہے۔

خدا کرے میں اور اس کتاب کو پڑھنے والے آپ رضی اللہ عنہ کی نصیحتوں اور اقوال پر عمل کرنے لگ جائیں تاکہ دین اور دنیا دونوں میں سرخروئی حاصل ہو۔ ان میں سے کچھ ہی نصائح چند ہی لوگوں کے دلوں کو متاثر کر کے نقش دوام حاصل کر لیں تو اس کتاب کو لکھنے اور پڑھنے کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

مجھے اپنی بے بضاعتی اور علم ودانش کی کمی کا اعتراف ہے اس لئے میں اپنے

بزرگوں اور دوستوں سے نہایت عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کتاب کے لکھنے میں جو غلطیاں صادر ہو گئی ہوں اسے معاف فرمادیں۔ اگر تکلیف فرماکر ان غلطیوں سے مجھے آگاہ کر دیا جائے تو عین عنایت ہوگی۔

اس کتاب کی اشاعت میں جناب محمد آفاق الرحیم صاحب نے میری بے انتہا مدد کی ہے۔ اس کتاب کو شائع کرنے کا پورا کام اور تمام تر انتظام ان کے سپرد کر دیا تھا جس کو انہوں نے بے حد عقیدت، خلوص اور نہایت خوش اسلوبی اور خوبی سے انجام دیا۔ انہیں کی کاوشوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت تکمیل تک پہنچی۔ ان کے لئے میری دلی دعائیں ہیں۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو میں عرض کروں گا کہ آیئے ہم سب مل کر ان کے لئے دعا کریں۔

دُعا

یارب العالمین آفاق الرحیم صاحب پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرما۔ ان کے تمام نیک مقاصد کی بارآوری ہو جائے۔ وہ دین اور دنیا میں سرخرو رہیں۔ اور جس حسن و خوبی سے انہوں نے اس کام کو انجام دیا اس سے بہتر طریقے پر ان کے تمام کام انجام پا جائیں۔ کیونکہ تو ہی سب کاموں کو بہترین طریقہ پر انجام دے سکتا ہے۔ خداوندا! تاحیات آفاق الرحیم کو ترقی اور بلندی نصیب ہو۔ اے تمام کائنات کے خالق تمام جہاں کے مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا فرمادے اور ان کو ظلمتوں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لا۔ واسطہ تیرے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ تیرے پیارے ولی شیخ احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کا۔

یا مجیب الدعوات۔ آمین آمین اللھم آمین

....

شیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی ان نوازشوں کا ذکر کرنا ضروری ہے، جو آپ نے مجھ پر کیں۔ مختلف سالوں میں پانچ وقت آپ نے اپنے روضۂ مقدس پر حاضری کا شرف بخشا۔ بنیان المشید میں آپ کے مواعظ تحریر ہیں۔ ایک وعظ میں آپ کا ارشاد گرامی ہے (میں جس کو چاہتا ہوں وہی میرے پاس آسکتا ہے) بیشک اولیاء کرام کو خداوند کریم نے علاوہ بہت سی طاقتوں کے یہ طاقت بھی عطا فرمائی ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنے پاس بلالیں۔ مجھے آپ نے پانچ مرتبہ اپنی بارگاہِ عالیہ میں باریابی کا شرف عنایت فرمایا۔

پہلی بار مارچ ۱۹۵۷ء میں اور دوسری بار اکتوبر ۱۹۵۷ء میں۔ ایک سال میں دو وقت آپ کے روضۂ اطہر پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ دونوں وقت طبیب حاجی قاسم پنجنوائی میرے ہمراہ تھے۔

روضہ مبارک آپ کا بغداد شریف سے ساڑھے تین سو کیلومیٹر ہے اور بصرہ سے بھی آپ کے روضہ اطہر پر پہنچنے کا راستہ ہے وہ کچھ زیادہ ہے۔ اگر بصرہ سے ریلوے میں ناصریہ (ایک چھوٹا سا شہر ہے) جائیں اور وہاں سے جایا جائے تو تین سو کیلومیٹر ہوتا ہے بصرہ سے ناصریہ جانے میں راستہ میں اور جنکشن پر گاڑی بدلنی پڑتی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں ہم دونوں بار اسی راستہ سے آپ کے روضہ مقدس پہ گئے تھے۔

ہم نے ناصریہ سے خصوصی ٹیکسی کرایہ پر کرلی تھی کیونکہ آپ کے روضہ پاک پہ پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ تقریباً ایک سو پچاس کیلومیٹر تک تو اچھی سڑک ہے۔ وہاں

ناحی طلبو صالح" نامی ایک گاؤں آتا ہے۔ ناحی طلبو صالح ایک نہر کے کنارے پر واقع ہے حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس پر جانے کے لئے اس نہر کو عبور کرنا ہوتا ہے۔ نہر کے دوسرے کنارے پر سڑک ختم ہو جاتی ہے نہر کے کنارے کنارے کھجور کے درخت ہیں اور کھجور کے درختوں کا سلسلہ تقریباً آدھ پون میل تک ہے پھر لق دق صحرا ہی صحرا ہے۔ اندازاً بیس پچیس میل طے کرنے کے بعد ایک دیہات آتا ہے جہاں مٹی کے چند شکستہ مکان بنے ہوتے ہیں۔ کچھ مویشی بندھے ہوئے ہیں گاؤں کے اطراف کچھ کھیت ہیں۔ چند لوگ اپنے کام میں مصروف اور کچھ بیکار بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس دیہات کے گذرنے کے بعد کوئی بارہ چودہ میل تک اکا دکا راہ گیر یا دور کوئی گھوڑے سوار اور خانہ بدوشوں کے چھوٹے چھوٹے عارضی خیمے۔ اس کے بعد صرف صحرا کی نظر فریب وسعتیں، حد نظر تک کوئی بستی کے آثار نظر نہیں آتے۔ بہت ہی دشوار اور خطرناک راستہ۔ اگر موٹر ریت میں پھنس جائے تو سوائے اللہ کی مدد کے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔

عصر کا وقت ہو رہا تھا کہ مولائی الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کا مینار نظر آیا۔ میری خوشیوں کا کیا کہنا شاید میری زندگی میں اس سے پہلے کبھی ایسی خوشی کی گھڑی نہیں آئی تھی۔ باب رفاعیہ پر ہماری ٹیکسی رکی۔ ایک پختہ اور نہایت شاندار عمارت لیکن چاروں طرف سے ریت میں ڈھکی ہوئی۔ احاطے کا آدھا دروازہ بھی ریت سے پٹا۔ ہمیں جھک کر اندر جانا پڑا۔ احاطے میں ریت کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، احاطے میں تین طرف کمرے بنے ہوئے ہیں مگر سب میں ریت بھری ہوئی۔ گویا تمام کمرے ریت کی نذر ہو گئے ہیں۔ ریت کے پہاڑ نما ڈھیر پر چڑھ کر دوسری طرف اترے یہاں اس حجرے کا دروازہ ہے جس میں آپ کا مزار مقدس ہے۔ یہ دروازہ بھی ایک بند

اور ایک کھلا ہوا۔ یہ دروازہ لکڑی کا بنا ہوا ہے اور نہایت بوسیدہ ہے۔ اندر داخل ہوئے پر دیکھا کہ سامنے ایک اور دروازہ ہے جو بند ہے۔ یہ دروازہ کچھ بڑا ہے۔ لکڑی کا ہی بنا ہوا ہے مگر بہت خوبصورت بنایا گیا ہے اس پر کوئی بوسیدگی کے آثار بھی نہیں پائے جاتے تھے میں نے دروازے کو ہاتھ سے دھکیل کر کھولا۔ اب ہماری نگاہوں کے سامنے الشیخ سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے مزار اطہر کی جالی مبارک تھی جو آپ کے مزار اقدس کے چاروں طرف لگی ہوئی ہے۔ جالی لکڑی کی بنی ہوئی ہے اور نہایت خوشنما اور بہت ہی خوبصورت طرز سے بنی ہوئی ہے۔ جالی کے خانوں سے مزار اطہر کے دیدار بھی ہو رہے تھے۔ جس پر سبز کپڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ مجھ پر بے خودی طاری ہو گئی تھی ایک عجیب کیف کا عالم تھا تمام جسم میں ایک قسم کا رعشہ، ایک کپکپی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک رعب، ایک دبدبہ دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ بے حد عجز و انکساری سے اندر داخل ہوا اور میرے ساتھی بھی اندر آ گئے یہاں ریت بالکل نہیں۔ جالی مبارک کے اطراف کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک خاص قسم کی خوشبو مسام جاں کو معطر کر رہی تھی۔ یہ خوشبو کچھ کچھ وقفہ سے آتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا رک رک کر عطر کی بارش ہو رہی ہے اللہ اللہ وہ بھی کیا عالم تھا۔ ایک سکوت اور بہت ہی خوشگوار سکوت۔

آپ کے روضہ اطہر کے کوئی نگراں نہیں۔ نہ کوئی مجاور یہاں رہتا ہے۔ پانی بھی یہاں سے تیس پینتیس میل دور ہے۔ نہ تو آسمان کی بلندیوں میں کوئی پرند پرواز کرتا نظر آتا ہے۔ اس بارگاہ کی باریابی سے مجھے وہ قلبی سکون حاصل ہوا جو حیات انسانی کا بہترین سرمایہ ہے اور قلبی سکون کی چوکھٹ پر ہزارہا شہنشاہتیں قربان ہوتی ہیں۔ ہم خانقاہ رفاعیہ ام عبیدہ میں ایک رات اور ایک دن ٹھہرے۔

دوسری مرتبہ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں دوبارہ بارگاہِ رفاعیہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت بھی طبیب حاجی قاسم پنجسوانی ہمراہ تھے اب کی ہم تین رات اور تین روز روضۂ پاک پر ٹھہرے۔

تیسری بار نومبر ۱۹۶۶ء میں جب میں عمرہ کرنے کی نیت سے کراچی سے کویت روانہ ہوا، اس سفر میں بھی طبیب حاجی قاسم میرے ساتھ تھے ہم کویت سے ظہران اور ریاض ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ حضور پر نور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر بارگاہ میں حاضری اور باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ کی ہر گلی اور ہر کوچہ کی مٹی اور پتھر میرے اپنے عقیدے کے بموجب اجب التعظیم ہے کیونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم (ہماری جانیں قربان آپ پر) اس شہر میں چہل قدمی فرمایا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ سے ہم دمشق، بیت المقدس اور عمان ہوتے ہوئے بغداد پہنچے۔ بغداد میں ہمیں معلوم ہوا کہ الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے روضہ مقدس پر مرمت کروادی گئی ہے اور بغداد شریف سے جو راستہ جاتا ہے اس کو بھی درست کروادیا ہے۔ ریت کے ڈھیر جو وہاں تھے ہٹوا دیئے ہیں اور زمین ہموار کر دی گئی ہے۔

اب کی ہم بغداد سے ہی آپ کے مقدس روضہ مبارک کی زیارت کو روانہ ہوئے، راستہ نسبتاً بہتر ہے۔ بغداد کے راستہ سے جاتے ہیں الکوت ایک چھوٹا سا شہر راستہ میں آتا ہے یہاں ہم نے ایک ہوٹل میں ناشتہ کیا اور اپنی ٹانکی میں حضرت رفاعی کے روضہ مبارک پر ساتھ لے جانے کے لئے پانی بھرا۔ الکوت سے چند میل کے فاصلہ پر ایک دیہات ناجر واسط آتا ہے بس اس کے بعد راستہ یا سڑک ختم ہو جاتی ہے اور صحرا شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بیانات تو بہت طویل ہیں۔ اس لئے اب میں اپنے مضمون کو مختصر کرتا ہوں۔

عصر کا وقت ہونے والا تھا اور ہم پہنچے۔ احاطہ مبارک کا دروازہ جو پہلے دو و فتنوں میں ریت سے پُر تھا اب ریت سے پاک ہے۔ اور لوہے کے کوار لگا دیئے ہیں جو بند بھی ہیں اور مقفل بھی۔ قفل اس قسم کا تھا کہ باہر سے چابی کے بغیر نہ کھل سکے اور اندر سے ٹھیکی پھرانے سے کھل جائے۔ میں اپنے ساتھیوں کے سہارے سے دیوار پر چڑھ کر احاطہ کے اندر کود گیا، اور دروازہ کھول دیا۔ احاطے میں اب ریت کے ڈھیر نہیں۔ اطراف کے کمروں میں بھی اب ریت نہیں۔ پہلے تمام کمرے ریت سے پُر تھے۔ ہر کمرے پر لوہے کی چادر کے دروازے لگا دیئے گئے ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے حجرے کا دروازہ جو بہت ہی بوسیدہ تھا اب وہاں بھی لوہے کی چادر کا دروازہ لگا دیا گیا ہے دروازے کے اوپر کے حصہ پر ہوا دان لگائی ہوئی ہے (Ventilation)۔ اس دروازے کے بعد کا دروازہ جو خاص حجرہ مبارک کا دروازہ ہے وہی دروازہ ہے جو پہلے تھا۔ کیونکہ یہ دروازہ پکی لکڑی کا اور نہایت بہترین وضع کا بنا ہوا ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بوسیدہ بھی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے روضہ مبارک کی مرمت کا کام نہایت اچھا اور بہت حسن و خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ جزاکم اللہ خیرہ۔

جن اصحاب نے حضرت کے روضہ اطہر کی مرمت کی ہے ان کے نام اور عراق کے جس شہر میں وہ رہتے ہیں اس کا نام ایک پتھر پر کندہ ہے۔ اس کے ذریعہ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو ان لوگوں کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

یہ لوگ بغداد سے اسی کیلومیٹر پر سامرا نامی ایک چھوٹے سے شہر میں رہتے ہیں۔ ان کے سربراہ کا اسم گرامی غلام شاکر رفاعی ہے۔ غلام شاکر رفاعی مسند خاندان رفاعیہ کے سجادہ نشین بھی ہیں۔ بہت ہی مخلص بے حد خوش خلق۔۔ رب انتہا بلند شخصیت کے مالک ہیں جب انہیں یہ

علم ہوا کہ یہ بھی سلسلہ خاندان رفاعی میں سے ہوں تو انہوں نے جذبہ شوق و محبت سے متاثر ہو کر مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا اور اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اس روز جمعہ تھا لہٰذا نماز جمعہ میں وہ اپنے تمام مریدین اور عزیز و اقارب کے ہمراہ ایک جلوس کی شکل میں حضرت امام عسکری رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر گئے۔ جو سامرا میں ہی ہے۔ حضرت سید غلام شاکر رفاعی المحترم حضرت امام عسکری رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے متولی بھی ہیں۔ وہاں کے لوگ ان کا بے انتہا احترام کرتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا بھی ہم لوگوں نے ان کے ساتھ ہی کھایا جو عربی طرز کا نہایت پُرتکلف کھانا تھا۔

اس کے بعد سنہ ۱۹۶۸ء میں جب میں معہ اپنی اہلیہ اور بڑے بیٹے سید جلال الدین المعروف بادشاہ رفاعی کے حج بیت اللہ کی نیت سے کراچی سے کویت روانہ ہوئے۔ پروگرام یہ تھا کہ کراچی سے کویت اور عراق ہوتے ہوئے حج کے لئے جائیں گے۔ اسی پروگرام کے مطابق ہم کویت سے عراق گئے۔ اب کے بھی ہم نے بغداد کے راستہ ہی سے حضرت روح سیدالکل الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے روضہ مقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا کچھ لوگ کویت سے بھی ہمارے ہمراہ تھے کل ہم بارہ افراد تھے۔ راستہ میں صرف یہ فرق ہوا تھا کہ تقریباً چالیس کیلومیٹر سے حضرت کے روضہ مبارک کی جانب نشاندہی کرنے کے لئے بورڈ لگادیئے ہیں۔ جو ہر دو کیلومیٹر پر لگے ہوئے ہیں اور ہر بورڈ پر عربی میں "روضۃ الرفاعی" لکھا ہوا ہے۔ روضہ پاک میں ایک مجاور بھی مقیم ہے اور روشنی کے لئے جنریٹر بھی لگایا ہوا ہے خاص حجرہ مبارک میں اور اندر باہر احاطے کے چاروں کونوں پر ٹیوب لائٹیں نصب ہیں۔

آپ کے کرم کا کیا کہنا اور خصوصاً مجھ پر جو اکرام ہوا اس کا بیان کرنے کی مجھ میں صلاحیت ہی نہیں۔ یہ چوتھی دفعہ مجھے حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے اپنی بارگاہ میں بلایا اور اس دفعہ

تو میری اہلیہ اور میرے بیٹے بادشاہ کو بھی زیارت روضۂ اطہر سے نوازا۔ الحمد للہ رب العالمین

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

بعدازاں فروری ۱۹۷۱ء کو ایک میرا حج بیت اللہ کو جانا ہوا۔ زمانہ حج میں سیٹھ حاجی ابوبکر صاحب (پاک زری والے) اور ان کے بھائی حاجی علی محمد اور ان کی فیملی کے ساتھ ہی ہمارا حج سے فارغ ہو کر ہم لوگ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ منورہ گئے۔ آقائے کونین نے یہ تیسری بار مجھے اپنی بارگاہ اقدس میں بلایا۔ اور اپنی نورانی ضیاپاشیوں اور فیضان سے مشرف یاب کیا۔

سعودی عرب سے ہمارا چھوٹا سا قافلہ عراق روانہ ہوا۔ بغداد اور اطراف بغداد کی تمام زیارات سے فارغ ہو کر ہم نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس پر حاضری کا قصد کیا۔ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء بروز بدھ ہم ایک اسٹیشن ویگن کرایہ پر لے کر صبح سوا نو بجے بغداد سے روانہ ہوئے۔ اب کے اسٹیشن ویگن کے ڈرائیور اور ہمارے گائیڈ نے ایک نئے راستہ سے ہم کو خانقاہ رفاعیہ پہ پہنچایا۔ راستہ کی تفصیل ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔

بغداد سے کوت تک تو وہی راستہ تھا۔ کوت سے ایک نئے راستہ پر چلے اس راستہ نے ہم کو ایک بستی جس کا نام قلعہ سکر ہے وہاں پہنچایا۔ یہاں ساتھ لے جانے کا پانی ٹانکی میں بھر اگیا۔ بغداد سے قلعہ شکر ۲۶۰ کیلومیٹر ہے۔ بغداد سے یہاں تک پکی ڈامر کی سڑک ہے قلعہ سکر کے فوراً بعد کچا راستہ شروع ہو جاتا ہے۔ چالیس کیلومیٹر تک کچھ کچھ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چالیس میٹر گذر جانے پر کچا راستہ بھی ختم ہو جاتا ہے اب لق و دق صحرا شروع ہوتا ہے پچاس کیلومیٹر تک صحرائی وسعتوں سے گذرنا ہوتا ہے۔ قلعہ سکر سے نوّے میٹر تک حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک ہے۔

ہم عشاء کے وقت اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ احاطے کے بڑے دروازے کے سامنے

ریت کا ڈھیر لگا ہوا تھا ہیبت ناک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اب کے مجاور بھی یہاں نہیں تھا۔ ریگستان کی وسعتوں میں حضرت کے روضہ مبارک کی عمارت اور ہم دس آدمی تھے۔ احاطے کے اندر بھی تھوڑی ریت جمع ہوگئی ہے چنیر بڑ کے کمرے میں چنیر بڑ بدستور لگا ہوا ہے ہم نے وضو کیا، عشا کی نماز ادا کی اور فاتحہ پڑھ کر باہر آ گئے۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ہم مزار مقدس کے حجرے میں جا بیٹھے۔ ایک پرکیف خاموشی چھائی ہوئی تھی، ایک عجیب سکون کا عالم تھا کہ یکایک حضرت الشیخ احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاجی ابوبکر صاحب پر خاص انعام اور بخششوں کا اظہار ہوا۔ پاکستانی وقت کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ یا ایک بجے کا وقت ہوگا کہ سیٹھ حاجی ابوبکر صاحب کو اعزاز خلافت رفاعیہ سے نوازا گیا۔ حاجی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس وقت صرف ہم دو حجرہ خاص میں تھے۔ روح کیف و مستی کا احساس کر رہی تھی جو احاطہ بیان سے باہر ہے۔

ہم کس عظیم الشان ولی اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے تھے جس کو خداوند کریم نے اپنے خاص انعامات سے نوازا ہے۔ جن کی پیدائش سے چالیس روز پیشتر ان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں صاحب کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا، "تیری بہن کے ہاں چالیس روز کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ روئے زمین کے تمام اولیا میں ایسا ممتاز ہوگا جیسے نبیوں اور رسولوں میں، میں ممتاز ہوں اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی صداقت کا کیا کہنا، تمام دنیا کے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام سچا اور صادق ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی صداقت کا اظہار اپنے بندوں پر یوں فرمایا کہ آفتاب معرفت الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو اپنے ہی پیارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف بخش کر عظیم ترین مقام اور بلند ترین عظمت عطا فرمائی۔ اس خداداد اعلیٰ ترین عطیہ سے علانیہ معلوم ہو گیا کہ روئے زمین پر جو اولیائے کرام

آئے اور جو موجود ہیں اور جو آئیں گے سب سے آپ کا مرتبہ اعلیٰ اور بلند ترین ہے کیونکہ دست بوسی رسول آپ کو میسر ہے۔

شیخ الاسلام قلیوبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ الراغب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"تمام اہل اللہ وصوفیا وعلماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امام المشائخ سید احمد کبیر الرفاعی رضہ کا رتبہ مافوق قطبیت وغوثیت ہے۔ کوئی ولی اس مرتبہ جامعیت اوصاف حمیدہ واخلاق سعیدہ ومقامات فریدہ کا نہیں آیا۔ اور نہ آئے گا کیونکہ ہاتھ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کا بذات خود بدست منور ومطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی لمس سے مشرف ہوا اور ایسی جامع فضیلت دوسرے کسی ولی کو حاصل نہیں ہوئی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ بیعت قریب تر اور نسبت قریب ترین آنحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ مزید تحفۃ الراغب میں تحریر فرماتے ہیں کہ الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضہ سید الغوث وامام الاقطاب ہیں۔ اور شیخ سلسلہ قوم اپنے زمانہ مبارک سے تا روز قیامت کے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ کی جانب سے بے حد بلند عطیات کے باوجود آپ کی طبیعت میں انتہائی عجز و انکسار تھا۔ دولت کی فراوانی ہوتے ہوئے آپ نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔

خداوند عالم ہم کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور اولیاء کرام کے نقش قدم پر اور ان کے نصائح پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ کتاب میرے بہتے ہوئے آنسو ہیں جن کو میں نے اپنی جد حضرت رفاعی کے قدموں میں ڈال دیئے ہیں اور تحقیق کہ میں اپنی جد کا تابع ہوں۔ نیز آپ کی ذات گرامی سے ہی منسوب ہوں۔ میں کبھی آپ کی نظر میں بھلایا نہیں جا سکتا اور نہ ضائع ہو سکتا ہوں۔ میں مدت سے آپ کی کرامات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جب تک سورج چمکتا رہے اور روشن ستارے درخشندہ رہیں، آپ پر میرا اسلام۔

احقر

الحاج سید رضی الدین الرفاعی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوانح حیات

(مختصر حالات حضرت سلطان الاولیاء غوث المکرم قطب المعظم ابو العباس ابو العلمین سیدنا الشیخ سید احمد الکبیر الرفاعی قدس سرہٗ)

سلسلۂ خاندان عالیہ رفاعیہ کے بانی سرگروہ اور مورث اعلیٰ حضرت سلطان العارفین زبدۃ الاولیاء واصل الی اللہ واقفِ اسرار شریعت ماہر رموز طریقت ابو العباس ابو العلمین سیدنا و شیخنا الشیخ سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

نام نامی اور اسم گرامی آپ کا احمد تھا۔ کنیت آپ کی ابو العباس اور ابو العلمین بھی مشہور ہے اور محی الدین لقب۔ جدّ امجد آپ کے سید حسنؓ اصغر رفاعۃ الہاشمی المکی جو کہ بہ لقب رفاعہ کے مشہور تھے اس نسبت سے آپ رفاعی مشہور ہوئے تحفۃ الاولیاء وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ خطاب اطہر آپ کو عنایت و مرحمت ہوا۔ بہ سبب علو اور بلند درجات کے سلطان ہا کبیر کہتے ہیں۔ آپ حضرت امام شافعی رح کے مسلک کے پابند تھے۔

آپ نسباً شہید کربلا سید الشہدا حضرت امام حسین رضؓ اور حضرت امام موسیٰ الکاظم رضؓ کی اولاد سے ہیں اس وجہ سے الحسینی الموسوی کہلاتے ہیں۔

مقامِ پیدائش

ولادت باسعادت آپ کی بروز پنجشنبہ (جمعرات) یکم رجب المرجب ۵۱۴ھ بمقام حسن ہوئی جو عراق دعرب کے ایک مشہور شہر واسطہ

کے نواح اور ام عبیدہ کے قریب ہے جس کو حجاج ثقفی نے ۸۳ھ میں آباد کیا تھا جب کہ وہ عبدالملک بن مروان اموی کی جانب سے عراق کا عامل (گورنر) تھا خلفائے عباسیہ کے زمانے میں اس شہر کی بڑی ترقی ہوئی اور یہاں اس زمانے کے بڑے بڑے علماء و فضلاء مقیم تھے۔ شہر واسط اور بصرہ کے درمیان پانی کے شیریں چشمے نکل آئے اور انہیں چشموں کے قریب کچھ چھوٹے چھوٹے قصبے اور گاؤں آباد ہو گئے۔ ان آبادیوں کو بطائح کہا کرتے تھے ان میں سب سے بڑا قصبہ ام عبیدہ تھا یہ تمام بستیاں آبادیاں اور قصبے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں تباہ و برباد ہو گئیں اسی سلسلہ میں ام عبیدہ بھی اجڑ گیا۔ مگر حضرت شیخنا سید احمد کبیر الرفاعی کا مبارک روضہ جس میں آپ مدفون ہیں اسی طرح قائم ہے جس کی تصویر اس کتاب میں دی گئی ہے۔ اطراف میں دور دور تک کوئی بستی اور آبادی نہیں اور یہی وہ گنبد پاک ہے اور روضۂ اطہر ہے جو سلسلۂ خاندان رفاعیہ کا مرکز ہے جہاں سے فیض کے دریا بہتے ہیں۔ اور یہ فیضان خاندان رفاعیہ میں تاقیامت جاری اور ساری رہیں گے۔ آپ حضرت میراں محی الدین شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے نہیں تھے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی والدہ بزرگوار کو بہن کہہ کر پکارتے تھے اس لئے بھانجے مشہور ہوئے۔ (از کتاب تحفہ رفاعیہ)

سلسلۂ نسب آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا حضرت علی مرتضیٰ سے ملتا ہے اس طرح سید احمد کبیر ولد سید نورالدین ابوالحسن علی الہاشمی المکی بن سید یحییٰ ابن سید ثابت بن سید سازم بن سید احمد بن سید علی بن سید ابی المکارم الحسن المعروف رفاعۃ الہاشمی المکی مقیم الشبیلی بن سید مہدی بن سید محمد ابی القاسم بن سید حسن بن سید حسین ابن سید موسیٰ الثانی بن الامام سید ابراہیم المرتضیٰ ابن امام موسیٰ الکاظم ابن الامام جعفر صادق امام سید محمد باقر ابن الامام زین العابدین الامام امیر المومنین شہید الشہداء امام حسین شہید کربلا ابن اسد اللہ

الغالب امیرالمومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

بشارت وہدایت بحضور اقدس تاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ حماد بن ابی البرکات اور شیخ رحیم بن عباس القریشی الواسطی دونوں سے روایت ہے کہ سیدنا الشیخ احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے قبل ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ دقت عارف باللہ حضرت باز اشہب منصور بطائحی نور اللہ مرقدہٗ کو آپ کی پیدائش کی بشارت دے دی تھی۔ آپ کی پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصور بطائحی نے سرکار دو عالم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے منصور آج سے چالیس دن بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا، اے منصور غور سے سنو، اولیائے کرام میں وہ لڑکا تمام ولیوں کا سردار ہوگا جس طرح کہ میں تمام انبیاء کا سردار ہوں اور اس کی طرف سے میری امت میں شریعت، طریقت اور معرفت ظاہر ہوگی، جو کوئی اس فرزند سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا، جو کوئی اس کی بزرگی کرے گا اس کو بزرگی حاصل ہوگی جو کوئی اس کی تعظیم کرے گا لوگ اس کی تعظیم کریں گے، جو اس پر غصہ ہوگا میں اس پر غصہ ہوں گا، اس کے چاہنے والوں کی بروز قیامت میں شفاعت کروں گا۔ اس کی پیدائش کی بشارت عوام میں پہنچا دو۔ اور جب وہ ہوشیار ہو جائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی القاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا خاص طور پر خیال رکھنا۔

حضرت منصور بطائحی فرماتے ہیں، اس بشارت سے بیدار ہو کر میں نے حسب ارشاد عالی سب کو اس کی خوشخبری دی، ہر ایک نے بہت خوش ہو کر سنا۔ اس کے

بعد میں اس خوشخبری کو سنانے اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جیسے ہی مکان کے دروازے کے قریب پہنچا تو میری بہن کی آواز میرے کان میں آئی جیسے وہ کسی سے باتیں کر رہی ہے تو میں دروازے پر ہی ٹھہر گیا اور اس آواز کو زیادہ توجہ سے سننے لگا۔ کسی بچے کی ہلکی سی آواز تھی مگر نہایت صاف اور سُنہری آواز آرہی تھی۔ آواز آئی "السلام علیکم یا امی"۔ اور میری بہن نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام، اور کہا، آپ کون ہیں اور یہ آواز میرے کانوں میں کہاں سے آرہی ہے، آواز آئی۔ آپ کے بطن سے آپ کا بچہ آپ سے مخاطب ہے" میری بہن نے عرض کیا "اے میرے پیارے بیٹے میں تجھے کس نام سے پکاروں" جواب میں آواز آئی، احمد بن علی حسن ابی" پھر میری بہن نے پوچھا، اے میرے پیارے فرزند تو ابھی سے باتیں کرنے لگا۔ آواز آئی، میں اللہ پاک کے حکم سے باتیں کرتا ہوں، خوف نہ کھاؤ۔ میری بہن نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کرنا کہ عشقِ الہٰی کی لذت پاؤں۔ رحم مادر سے جواب آیا۔ اے میری عزیز ماں سنو!۔ نو ارکان کی ہمیشہ پابندی کرنا (۱) ہمیشہ طہارت سے رہنا اور باوضو رہنا۔ (۲) روزہ دار رہنا (۳) جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی اور لوگوں کے عیب پکڑنے اور بلا ضرورت اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا (۴) خلوت گزیں رہنا زیادہ تر وقت عبادت الہٰی، ذکر اور مشاہدہ اور مراقبہ میں گذارنا (۵) ہمیشہ خشوع، خلوص اور حضور قلب سے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرنا (۶) دل کو ماسوائے اللہ کسی سے نہ لگانا (۷) اپنے پیر و مرشد کی تابعداری کرنا وہ اس طرح جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ (۸) ہر حال میں خداوند کریم کا شکر ادا کرنا، اور صبر و سکون اختیار کرنا (۹) بہشت اور جنت کی آرزو اور دوزخ اور جہنم کے ڈر سے عبادت نہ کرنا، بلکہ عشق الہٰی میں غرق ہو کر حق بجا لانا۔ ان نو نکات پر عمل کرنے سے معرفت الہٰی حاصل ہوگی اور لذت عشق الہٰی پائی جائے گی۔

حضرت منصور نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔ ان باتوں کو سن کر میں مکان میں داخل ہوا دیکھا کہ میری بہن تنہا بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں نے اپنی بہن کو رات حضور آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بشارت کی خبر سنائی جس کی تصدیق ہو چکی تھی۔ میری بہن نے بلیساختہ کہا کہ میرے پیارے بھائی یقیناً آپ سچ فرما رہے ہیں اور اسی وقت خداوند کریم کا شکر بجالانے سجدے میں گر گئیں۔

بشارت کے مطابق آپ چالیس دن کے بعد مقام حسن میں پیدا ہوئے، آپ بطن مادر سے ہی ولی تھے۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ صالحہ سے جو نہایت عابدہ، زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں، روایت ہے کہ سید احمد کبیر الرفاعی زمانۂ شیر خواری میں رمضان کے مہینے میں کبھی دن کے وقت دودھ نہ پیتے تھے، چنانچہ پہلے یہ خیال کیا گیا کہ شاید اس مُرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کا دودھ کسی وجہ سے نہیں پیا، لہٰذا آپ کو دوسری مُرضعہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کو دیا گیا۔ آپ نے اس کا دودھ بھی نہ پیا، اسی طرح چند اور عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی، مگر آپ نے کسی کا دودھ نہ پیا، اس طرح تمام دن گذر گیا مگر مغرب کے وقت جب دودھ پلانے والی نے اپنے سینہ سے لگایا تو آپ فوراً دودھ پینے لگ گئے۔ دوسرے روز بھی یہی کیفیت رہی اور تیسرے روز بھی۔ تب سمجھ لیا گیا کہ ماہِ رمضان کے سبب آپ دن میں دودھ نہیں پیتے۔ لہٰذا ماہِ صیام میں آپ کو مغرب ہی کے وقت دودھ پلایا جاتا اور آپ پی لیتے۔ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو آپ نے کھیل کود کی طرف بھی بالکل توجہ نہ کی، سات سال وہیں اپنے مہربان والدین کے سایہ عاطفت میں گذارے۔ آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید علی الہاشمی المکی نور اللہ مرقدہٗ نے کسی ضرورت سے بغداد کا سفر کیا اور اسی سفر میں آپ بغداد میں انتقال فرما گئے

شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے سے بظاہر آپ کی تعلیم و تربیت کا کوئی سہارا نہ رہا اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت باز الاشہب شیخ منصور بطائحی قدس سرہٗ العزیز نے آپ کو مع آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلالیا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم و تربیت کی طرف پوری پوری توجہ فرمائی۔ قرآن پاک تو آپ نے مقام حسن میں ہی شیخ عبد السمیع الحربونی سے حفظ کرلیا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضرت شیخ منصور بطائحی نے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بموجب واسطہ میں زبدۃ العالمین شیخ علی ابو الفضل قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیجدیا۔ شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور پوری سعی کی۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعی قدس اللہ سرہٗ میں بچپن بلکہ زمانۂ شیر خواری ہی سے بزرگانہ اوصاف نیز زہد و اتقا کے آثار پائے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تحصیل علم میں پوری توجہ فرمائی۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ، معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ نیز جملہ علوم و فنون مروجہ قابل فخر طریقہ پر حاصل کرلیے۔ تکمیل علم پر آپ کے استاد محترم نے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند دی اور اجازت عطا فرمائی۔ آپ شیخ علی الواسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبد الملک الحربونی کے درس میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے جو اس زمانے کے علما میں بہت بڑے فاضل اور باکمال مانے جاتے تھے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔

سند اور اجازت حاصل ہونے پر سید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہٗ نے بھی یہیں سلسلۂ درس و تدریس شروع فرمادیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں شیخ باز الاشہب منصور بطائحی قدس اللہ سرہٗ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی شروع کردی۔ لطف خداوندی اور طبیعت کی مناسبت سے

سے آپ نے اس فن شریف یعنی علوم باطنیہ میں بہت جلد کمال حاصل کیا علم باطنیہ پیدائشی آپ کی ذات شریف میں پوشیدہ تھا ہی اب اس کی تکمیل ہوگئی۔ ادھر تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء و فضلا آپ کے درس سے فائدہ اٹھانے حاضر ہونے لگے اور ادھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک معرفت کے مدارج عالیہ طے کر لئے اور آپ کے زہد و اتقار اور پارسائی کا خاص و عام میں شہرہ ہوگیا اور آپ کے ماموں صاحب نے خرقۂ سجادگی اور خلافت سے سرفراز فرما کر آپ کو ام عبیدہ بلالیا تاکہ آپ وہاں رہ کر لوگوں کی رہنمائی کریں اور اپنے علوم ظاہری و باطنی سے عوام کو ہدایت دیں اور فائدہ پہنچائیں تو آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اور خانقاہِ رفاعیہ ام عبیدہ میں ہزاروں کی تعداد میں علماء و فقراء تحصیل علم اور تزکیۂ باطن کے واسطے رہنے لگے۔ ان تمام صاحبوں کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تاکہ سالکین اور طلبا فراغ قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں فکر معاش میں مبتلا ہو کر ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں اور اپنی طلب میں ہمہ وقت لگے رہیں۔

بعض مستند اور پائے کے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض بعض دنوں میں ہم نے دیکھا کہ دس دس ہزار سے زیادہ آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں ہوتا اور سب کی مہمانی آپ ہی کے لنگر خانے سے ہوتی تھی۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدس میں پندرہ شعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس دن خانقاہ ام عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا سب کے قیام اور کھانے پینے کا انتظام سید احمد کبیر الرفاعی کی ہی جانب سے تھا، اور ایسا بہترین انتظام کہ کسی مہمان کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوئی۔ یہ انتظام بھی حقیقت میں ایک کرامت تھی ورنہ بڑے بڑے بادشاہوں سے بھی ایسا انتظام نہیں ہو سکتا

زہد و تقوےٰ

آپ کے اخلاق و عادات تمام و کمال اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ عجز و انکساری، تواضع اور مسکینی آپ میں حد سے زیادہ تھی چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک و معرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا لیکن تواضع اور انکساری سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا۔ اس واسطے میں نے اس کو اپنے لئے پسند کیا۔ سنت نبوی کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اور خدام کو بھی تاکید فرماتے تھے۔ دنیا کمانے والے مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کر رکھی تھیں، آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے تھے اور ایسے لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ لباس و طعام میں سادگی پسند فرماتے تھے۔ دنیاوی تکلفات اور سامان نقش سے نفرت تھی۔ طبیعت میں شرم و حیا بہت زیادہ تھی حتیٰ کہ عادت مبارک یہ ہو گئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہو جاتے تو آپ نہر میں اتر کر بدن پر ہی کپڑوں کو مل کر میل صاف کر لیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے ہو کر کپڑوں کو سکھاتے۔ جب تک کپڑے سوکھ نہ جاتے آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہتے۔

نعمت جانشینی

ابتدا میں آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور تعلیم و تعلّم ہی آپ کا شغل تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے ماموں صاحب شیخ منصور بطائحی سے تصوف اور معرفت الٰہی کی تحصیل بھی کرتے تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں عرفان و سلوک و معرفت کے مدارج عالیہ طے کر لئے اور عارف کامل بن گئے۔ آپ کے ماموں صاحب شیخ منصور بطائحی نے ۵۳۹ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کرنے سے ایک سال پہلے نعمت خلافت سے سرفراز فرما کر آپ کو اپنا جانشین بنا دیا اور اس کا اعلان کر دیا۔ مشائخ و سالکین واسطہ، بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت فرما دی کہ آئندہ وہ حضرت سید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہ کو اپنا شیخ سمجھیں اور انہیں سے رجوع کر کے فوائد دینی اور دنیوی حاصل کریں۔

ایک سال بعد ۵۴۰ھ میں جب حضرت شیخ منصور بطائحی نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا اس وقت سیدنا الشیخ احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ۲۸ سال تھی۔ اس کے بعد تو آپ کے فضل و کمال، ریاضت و تقویٰ کی اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے لوگ تلاش حق و رشد و ہدایت کے لئے آپ کی خدمت بابرکت میں جوق در جوق حاضر ہونے اور بخلوص نیت بیعت ہو کر حلقۂ عقیدت میں شامل ہو کر کامیاب و بامراد لوٹتے۔

حجۃ الاولیاء شفاء الاسقام، تریاق المحبین میں ہے اور علامہ شیخ ابن مہذب اپنی کتاب عجائب الواسطہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد ایک لاکھ اسّی ہزار ایک سو تھی۔ بعض ان میں سے قطب اور ابدال تھے۔ ملک عراق و عرب کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں اور عقیدت مندوں اور مریدوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ آپ کا سینہ علوم ظاہری و باطنی سے معمور تھا جس کی روشنی پھیل کر لوگوں کے دلوں کو منور کرتی تھی۔ آج بھی آپ کی روحانی طاقت آپ کو یاد کرنے والوں کی رہنمائی کرتی اور مدد فرماتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقرب خداوندی و بارگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام طور پر بھی آپ کو وہ بلند اور اعلیٰ درجات ملے جو کسی اور ولی کو میسّر نہیں ہوئے۔

قطبیت اور غوثیت ہے ہے سوا رتبۂ اعلیٰ و اکرم آپ کا
شانِ نمائی آپ کی ہے بے نظیر یا رفاعی سید احمد کبیر

تصنیفات و تالیفات

تصنیفات و تالیفات آپ کی بہت ہیں۔ مثلاً معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور تفسیر سورۃ القدر، علم تفسیر میں معتبر کتاب ہے۔ و المرادیہ حدیث میں اور طریق الی اللہ و حالتہ اہل الحقیقۃ مع اللہ و رحیقیہ بہترین کتابیں علم تصوف میں نہایت عمدہ ہیں اور شرح التنبیہ فقہ شافعی و حکم سواحزاب اور

برہان المؤید اسی طرح ۶۶۲ کتابیں آپ کی تصنیفات اور تالیفات سے ہیں۔

طریقۂ رفاعیہ طریقۂ عالیہ رفاعیہ آپ ہی سے جاری ہوا ہے۔ آپ نے مریدوں اور معتقدوں کے لئے ذکرو اذکار کا ایک طریقہ مقرر فرمایا ہے جس کو راتب رفاعیہ کہتے ہیں۔ طریقہ راتب رفاعیہ کا امام المورخین قطب المدینہ الشیخ عبداللہ المطری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انوارِ احمدی میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا قطب الاقطاب سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی الحسینی الموسوی قدس اللہ سرہٗ ایک روز اپنے خلفاء اور مریدین کو محبت و معرفت الہیٰ کی ہدایت ارشاد فرماتے تھے، کہ ہر شب جمعہ اور شب دوشنبہ کو بعد نماز عشا کے آدھی رات تک مشغول رہیں ذکر جہر و نفی و اثبات جلی و خفی میں اور حلقۂ ذکر دف کے ساتھ کریں۔ مگر ذکر کی آواز دف کی آواز سے بلند رہے، تاکہ باطن تیرا منور ہو۔ اور اگر کوئی شخص تنہا پڑھنا چاہے تو تنہا ہی پڑھ سکتا ہے حلقۂ راتب رفاعیہ میں دف کے ہمراہ قصائد اور اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں اور یہ مجلس راتب رفاعیہ مخصوص ہے خاندانِ رفاعیہ کی، خاص گروہ خاندان رفاعیہ کے لئے۔ جس طرح جائز سماع مخصوص ہے طریقۂ چشتیہ کے لئے۔ اسی طرح ہر ایک سلسلہ کے پیشوائے طریق نے اپنے توابعین کے واسطے ایک طریقۂ ذکر مقرر کیا ہے۔

اولاد کتب تواریخ و انساب سے ظاہر ہے کہ آپ کثیر الاولاد تھے۔ آپ کے بارہ فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں چار فرزندوں سے نسب آپ کا جاری ہے اور ممالک مختلفہ میں منتشر ہے۔ آٹھ فرزند لاولد رہے۔ چنانچہ سب سے بڑے صاحبزادے آپ کے سید قطب الدین صالح الرفاعی اپنے والد بزرگوار کے عین حیات میں ہی راہی ملک بقا ہوئے اور سیدی یحییٰ النجاری رحمۃ اللہ علیہ کے قبہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے ایک فرزند سید

محمد شمس الدین خلف ہوئے جن کی نسل واسطہ، بصرہ اور سبیلیات وغیرہ میں منتشر ہے دوسرے صاحبزادے آپ کے سید محمد معدن اسرار اللہ الرفاعی بعد وفات اپنے والد ماجد سجادہ مشیخیت و ولایت پر متمکن ہوئے۔ مزار مبارک آپ کا سعیدہ مصر میں زیارت گاہِ عالم ہے آپ کی اولاد مصر، شام، سبیلیات و مدینہ منورہ، عجم و اسنتنبول و ہندوستان میں شہر بڑودہ سورت اور بمبئی وغیرہ اور پاکستان میں شہر کراچی میں موجود ہے۔ تیسرے فرزند سید ابراہیم الملقب الرفاعی جن کے فرزند سید احمد صیاد سے نسب جاری ہوا اور خوبزہ، بوشہر بندر ریگ وغیرہ میں منتشر ہے۔ چوتھے سید علی سکران الرفاعی تھے جن کے فرزند سید شمسان الرفاعی سے نسب پھیلا۔ عراق و ماورالنہر، ہندو قند ھار وغیرہ میں معروف مشہور ہے باقی آٹھ فرزند سید اسماعیل المجذوب الرفاعی۔ سید یوسف الرفاعی۔ سید عبدالفتاح الرفاعی۔ سید ابوالمحامد حسن الرفاعی۔ سید حسین الرفاعی۔ سید موسیٰ الرفاعی۔ سید محمد الرفاعی۔ اور سید عبدالمحسن الرفاعی نفعنا اللہ علیہم اجمعین لاولد رہے۔ اور دو صاحبزادیاں اول خدیجہ جن کو زینب بھی کہتے ہیں دوئم فاطمہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ ایسا ان کتابوں میں تحریر ہے۔ الترياق۔ سفینۃ الاحمدی۔ انساب طالبیہ، ذرۃ المضیہ، روضۃ الانساب وخلاصۃ الانساب اور بحر الانساب وغیرہ معتبر کتابوں میں مفصل طور پر تحریر ہے۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے عالم و فاضل اور باکمال کامل بزرگ ہوئے۔

عادات و اخلاق کریمہ

عجز و انکسار، تواضع و مسکینی آپ میں حد سے زیادہ تھی۔ اخلاق و عادات تمام و کمال آپ کے اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ آپ کو تنہائی پسند تھی اور خلوت گاہ میں رہنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اللہ پاک کا ذکر کثرت سے کیا کرتے اور درود شریف بھی کثرت سے پڑھتے۔

لباس اور طعام یعنی کھانے اور رہنے سہنے میں سادگی پسند فرماتے تھے۔ آپ بذات خود جنگل سے لکڑیاں جمع کر لاتے اور بیوگان ومساکین وغربا کے مکانوں میں خود اٹھا کر دے آتے نیز بیوگان ومساکین کے گھروں کا پانی بھی خود بھر لاتے۔ اندازہ کیجئے باوجود تمام دینی اور دنیوی فضیلتوں کے جو آپ کو حاصل تھیں اور جملہ بلند درجات واعلیٰ مناصب کے جن پر آپ فائز تھے کس قدر شفقت، تواضع اور مسکینیت آپ کی ذات بابرکات میں تھیں۔

اوقاف کی آمدنی، بادشاہی میں درویشی

شیخ عبد الصمد الحربونی جو آپ کے اوقاف کے ناظروں اور نگرانوں (خزانچی) میں سے تھے، فرماتے ہیں۔ ۵۶۷ھ کا سال ہے ابو العلمین سلطان سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اوقاف کی جو آپ کی خانقاہ سے تعلق رکھتے ہیں، سالانہ آمدنی نو لاکھ درہم چاندی کے بیس ہزار اشرفیاں طلائی۔ پچاس ہزار تمشکہ (ایک سکہ رائج الوقت) اور بیس ہزار ایرانی سکہ، ۳۲ ہزار عمامہ کتان (پگڑی) اونچی قسم کی، گیارہ ہزار دوانیق طلائی اور سترہ ہزار کپڑے کے تھان کی ہے اور آج ہی دیکھئے شیخنا الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی نے اپنا پیراہن نہر الرواق کے کنارے اپنے ہاتھ سے دھویا اور ایک لنگی اپنے جسم مبارک پر لگائی ہے اور دیکھئے اپنا پیرہن اپنے عصا پر خشک کر رہے ہیں۔ اس لئے خشک کر رہے ہیں تاکہ اسی کو پہنیں۔ یہ تھا آپ کا زہد، تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی۔ نیز خزانہ خانقاہ میں آج ایک درہم بھی موجود نہیں سب کے سب ضعیفوں، محتاجوں اور مستحقین کو تقسیم کر دیا، اپنی ذات یا اپنی اولاد کے لئے ایک حبہ بھی باقی نہیں رکھا۔ (از لباب المعانی مطبوعہ مصر)

مریدوں کو تاکید

۵۷ ہجری میں آپ کے نام آپ کے مریدوں کے سات لاکھ خطوط آئے

تھے۔ یہ وہ مرید تھے جو اس سال خلوۃ محرمیہ میں بیٹھنے والے تھے۔ (یہ ایک قسم کا چلّہ ہے، جو رفاعیہ طریقہ میں محرم کے مہینہ میں خاص تاریخوں میں کھینچا جاتا ہے) اور آپ سے اجازت طلب کی تھی اسی پر قیاس کیجیے علاوہ ان سات لاکھ مریدوں کے جنہوں نے چلّہ رفاعیہ میں بیٹھنے کی اجازت کے لیئے آپ کو خطوط لکھے تھے اور کتنے مرید ہوں گے جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ (از لباب المعانی مطبوعہ مصر)

آپ اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے کہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور بوقت تلاوت قرآن حکیم کے معانی پر غور کریں اور دلنشین کریں، خصوصاً تہجد کی نماز کی بے حد تاکید فرماتے شکم سیر ہو کر کھانا کھانے سے منع فرماتے، زیادہ سونے سے بھی منع فرماتے اور جو چیزیں شرعی طور پر مباح ہیں ان کو بھی کثرت سے استعمال کرنے سے روکتے۔

شیخ عبدالرحمان شملہ اپنے مرشد السید علی سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو کچھ دن پہلے میں نے حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم کیا کریں اور آپ ہمیں ورثہ میں کیا عنایت فرماتے ہیں۔ آپ ہمیں کونسی اہم نصیحت فرماتے ہیں جو ہمارے لیئے دارین میں سعادت بخش ہو۔

مولائی شیخنا سیدی احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:۔

اے علی! میری طرف سے لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ احمد رفاعی (آقا و مولا شیخ احمد کبیر الرفاعی) نے اپنی ساری جیات میں کوئی رات ایسی نہیں گذاری جس میں اپنی ذات کو خلق خدا سے برتر سمجھا ہو اور نہ اپنے آپ کو مخلوق سے علیحدہ تصور کیا نہ اپنی ذات کی کوئی قدر و قیمت سمجھی نہ مخلوق میں عزت و فضیلت حاصل کرنے کی تمنا کی۔ سبحان اللہ کیا عمدہ اور اعلیٰ نمونہ ہے تواضع کا اور اس میں سبق تھا کہ مریدین رفاعیہ بھی ایسی ہی صفات اپنے میں پیدا کریں۔

آپ نے مزید فرمایا: اے فرزند عزیز تم نے ورثہ کے متعلق جو سوال کیا ہے تو اس امر سے تم خوب واقف ہو کہ مال تو میں اپنے پاس رکھتا ہی نہیں جو تمہارے لئے وراثت میں چھوڑ جاؤں، البتہ تم کو میں ایک اہم شئے دیئے جاتا ہوں اس کی تم اپنی جان سے زیادہ حفاظت کرنا، سنو اور غور سے سنو، میں اللہ کے بندوں کے دل تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ان کی نگرانی کرنا، ان کی حفاظت، ان کی تعمیر و تنویر میں مصروف رہنا۔ دلوں کی کدورتوں کو صاف کرنا، خصائل بد دور کرنا اور اس کی جگہ خصائل حمیدہ، اللہ کا خوف، اللہ کی محبت، رضا و تسلیم کا سبق دینا۔ دلوں کو نورِ الٰہی سے معمور کرنا اور خلقِ خدا سے نہایت تواضع، مہربانی اور شفقت سے پیش آنا۔

درس و تدریس

آپ صبح و شام کو درس دیتے۔ حدیث، فقہ، تفسیر، اور عقائد وغیرہ روزانہ ان درسوں کا معمول تھا۔ کثرت سے طلبا آتے۔ جن میں علماء و فضلا اور بڑے بڑے مشائخ بھی شریک ہوتے اور آپ کے درس سے فوائد دارین حاصل کرتے۔ پیر اور جمعرات کو ان دروس کا وقت بعد نماز ظہر ہوتا، صبح اور شام وعظ عام ہوتا۔ ایسا جامع کلام فرماتے کہ علما و فضلا، دانشمند اور ہوشیار لوگ حیرت میں گم ہو جاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نیز بارہ اماموں کے بعد کسی نے ایسا بلاغت نظام وعظ نہیں فرمایا۔ آپ کی مجالس وعظ و ارشادات میں ہزارہا لوگ گناہوں سے تائب ہو کر جاتے۔ نصاریٰ، یہود اور آتش پرست گروہ در گروہ آپ کی مجالس اور نصائح میں اسلام سے مشرف ہوتے۔ منبر پر جاتے تو کھڑے نہ ہوتے، بلکہ بیٹھے بیٹھے وعظ فرماتے اور دور والے لوگ بھی آپ کا کلام بالکل اسی آسانی سے سن سکتے جس طرح قریب بیٹھے ہوئے لوگ سن سکتے تھے، بہرے لوگ بھی جو آپ

کی مجلس میں حاضر ہوتے آپ کا وعظ اسی طرح صاف طور پر سنتے جس طرح کانوں والے
حتیٰ کہ ام عبیدہ کے اطراف کے دیہات اور گاؤں جو وہاں سے ایک دو روز کی مسافت
پر تھے وہاں کے رہنے والے بھی وعظ کے اوقات مقررہ پر اپنے مکانوں کی چھتوں پر بیٹھے
ہوئے آپ کا وعظ بالکل اچھی طرح سُن سکتے تھے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! وعظ اور
نصائح کا بیان کرنا آپ کا کام تھا اور آپ کی آواز کو بہروں کے کانوں میں اور دور دور تک
پہنچانا اللہ کی طرف سے تھا۔

آپ کے زرّیں اقوال

آپ کے خادم شیخ یعقوب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ میرے آقا اور مولا حضرت ابو العلمین شیخ سیدی احمد کبیر
الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھجور کے درخت کی طرف نگاہ کی اور مجھ سے کہا۔ یعقوب کھجور کے
درخت کو دیکھو۔ چونکہ اس نے سر اٹھایا اللہ تعالےٰ نے اس کا بوجھ اسی پر لاد دیا۔ اور کدو
کی بیل کو دیکھو اس نے فروتنی کی اور انکساری کی اور زمین پر سر رکھدیا تو اس کا بار
غیر پر ڈالا گیا۔

آپ کا قول ہے، جسمانی عبادتوں اور نفلوں سے صدقہ افضل ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے تمہارا بھائی وہی ہے جس کے مال میں سے بغیر اجازت کے
کھانا تمہارے لئے حلال ہو، ایسے ہی شخص سے تم کو تسکین اور تمہارے قلب کو راحت
ہوگی۔ آپ جب کسی فقیر یا درویش کو صوفیانہ لباس اور عمامہ اور جبہ پہنے ہوئے دیکھتے
تو فرماتے۔ کہ میاں دیکھو تم نے کس کا لباس پہنا ہے اور آپنے آپ کو کس کی طرف
منسوب کیا ہے، تم نے نبیوں کا لباس اور اتقیاء کی پوشاک زیب تن کی ہے، یہ
عارفوں کا بھیس ہے۔ جب اس لباس کو اختیار کیا ہے تو پارساؤں اور مقربوں کی

راہوں پر چلو اور انہیں کے طریقوں کو اپناؤ ورنہ اس لباس کو اتار دو۔

آپ فرمایا کرتے تھے جس بھائی نے دنیا میں نفع نہ پہنچایا وہ آخرت میں بھی کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا۔

آپ کا قول ہے۔ جب قلب (دل) درست ہوا تو اسرار انوار و ملائکہ کی گذرگاہ ہوا اور جب بگڑا تو ظلم اور شیاطین کا اڈا بنا۔ جب قلب درست ہوگا تو تم کو تمہارے پس پشت اور سامنے کی چیزوں کی خبر دے گا اور تم کو ایسی باتیں بتائے گا جن کو تم اس کے سوا اور کسی ذریعہ سے نہیں جان سکتے۔ اور جب بگڑے گا تو تم کو ایسی بیہودہ باتیں سکھائے گا جن سے عقل و فہم غائب اور سعادت مندی رخصت ہوجائے گی۔

آپ فرماتے ہیں فقیری شرط یہ ہے کہ اپنی ہر سانس کو بے حد قیمتی جانے اور ہر سانس میں وہی چیز جسم میں داخل کرے جو سب سے زیادہ قیمتی ہو۔ پس اس کی کوئی سانس بیکار نہ جائے۔

اور ارشاد ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص نیک چیز سیکھے تو اس کو لازم ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی سکھائے۔ ہمارے طریقے کی بنا تین چیزوں پر ہے۔ سوال نہ کرو۔ ردّ نہ کرو۔ جمع نہ کرو۔

اگر فقیر اپنے نفس کے لئے غصہ میں آئے گا تو رنج اٹھائے گا اور اگر معاملہ کو اپنے مالک (خدا) کے سپرد کردے گا تو وہ اپنی بے پناہ غیبی طاقتوں سے اس کی مدد کرے گا۔ (اللہ اللہ بیشک پھر کیا مجال کہ کوئی مادی طاقت اس مدد کو روک سکے)

کوئی رات ایسی نہیں گذرتی جس میں آسمان سے زمین کی طرف خیرات نہ اترتی ہو۔ یہ دولت بیدار رہنے والوں پر تقسیم ہوا کرتی ہے۔

آپ اپنی ذات کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ میری دل بستگی صرف تنہائی میں ہے، اے کاش میں کسی کو نہ پہچانتا اور کوئی مجھے نہ جانتا۔

آپ کے ارشادات ہیں۔ جس نے حج کیا اور اس کی عقل و معرفت میں دنیا اور آخرت کے خیر و برکت کے آثار نمایاں نہیں ہوئے تو گویا اس نے حج کیا ہی نہیں۔ بلکہ اس نے صرف بیابانوں اور صحراؤں میں سفر کرنے کی مشقت اٹھائی اور دیواروں اور شتر سواروں کے قافلے دیکھنے پر کفایت کی۔ عام لوگوں کا مقصود خانہ کعبہ ہے اور عارفوں کا مدعا خانۂ کعبہ کا رب ہے۔

جس کسی نے خلائق کی طرف نظر کی اور ان کی نظر کے سامنے عبادت میں کھڑا ہوا، وہ ضرور اللہ عزّ و جل سے دور ہوا۔

فقیر ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اس کی نظر نہ ہو بلکہ اُن کے عیوب دور کرنے کی طرف۔

اگر فقراء اپنے فقیر ہونے کی شرائط پر مضبوطی سے قائم ہیں تو وہ فقراء سب میں اشرف ہیں کیونکہ فقر مرسلوں کی پوشاک، نیکوں کی چادر، پرہیزگاروں کا تاج، عارفوں کی غنیمت مریدوں کی آرزو، رب العالمین کی خوشنودی اور اس کے اہلِ ولایت کی کرامت ہے۔

آپ کا ارشاد عالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس صرف اسی بندے کو ہوتا ہے جس کی طہارت کمال کو پہنچی ہوئی ہو اور جس کا ذکر نکھرا ہوا ہو اور جتنی چیزیں اس کو اللہ تعالیٰ سے روکتی ہوں سب سے وحشت کرتا ہو۔

توحید قلب میں ایسی تعظیم پائے جانے کا نام ہے جو تعطیل (خداوند کریم کو معطّل سمجھنے)، و تشبیہ (خدا پاک کو کسی شے سے مشابہ سمجھنے) سے باز رکھے اور آپ فرمایا کرتے

سمجھے کہ بھائیوں پر شفقت اور مہربانی اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرنے والی شئے ہے۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ مرید کے بلند اقبال ہونے کی علامت یہ ہے کہ اپنی تربیت میں اپنے پیر و مرشد کو تھکائے نہیں بلکہ بات سننے والا اور اشارے پر چلنے والا ہو، ایسا کہ اس کا پیر فقیروں میں اس پر فخر کرے نہ یہ اپنے پیر پر فخر کرے۔

آپ فرماتے ہیں۔ سینہ کی صفائی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کچھ برائی باقی نہ رہے، نہ دشمن کے لئے نہ دوست کے لئے اور نہ خدائے عزّ و جل کی کسی مخلوق کے لئے اور جب ایسی حالت ہو جائے گی تو وحشی جانور اپنے جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں اور پرندے اپنے آشیانوں اور بسیروں میں تم سے مانوس ہو جائیں گے۔

غوث کی حقیقت

سردار الاولیا، سرتاج الاتقیا مولائی الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی الحسینی الموسوی قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد عالی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو انتخاب فرما کر مردانِ خدا کے مقامات پر ترقی دینا چاہتا ہے، تو سب سے پہلے اس کو اپنے نفس کے ساتھ مکلف فرماتا ہے اور جب اس نے اپنے نفس کو مؤدب بنا لیا اور اس کا نفس اس سے سیدھا ہو گیا تو اس کو اہل و عیال کی تکلیف دیتا ہے اور جب ان کے ساتھ اس نے اچھا برتاؤ اور عمدہ سلوک کیا تو اس کے پڑوسیوں اور محلہ والوں کے ساتھ مکلف کرتا ہے اور جب ان کے ساتھ بھی احسان اور مدارات سے پیش آیا تو اس کو شہر والوں کے ساتھ مکلف کرتا ہے اور جب ان کے ساتھ بھی وہ اچھے طور سے اور بہت ہی پسندیدہ طریقہ سے پیش آتا ہے تو ملک کی ایک سمت اس کے سپرد ہوتی ہے اور جب اس سے بھی عہدہ برآ ہوتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کے ساتھ اس کا باطن درست ہو جاتا ہے تو مابین زمین و آسمان اس کی تفویض میں دے دیا جاتا ہے

کیوں کہ ان کے درمیان بھی مخلوقات موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور ایسے ہی مدارج طے کرتا ہوا غوث کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ بعدہٗ وہ بلند تر مقامات حاصل کرتا جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کی صفت اس قدر بلند و بالا ہو جاتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی ایک صفت ہو جاتی ہے اور اللہ پاک اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی درخت نہیں اگتا اور کوئی پتی ہری نہیں ہوتی مگر اس کی نظر کے سامنے اور یہاں پہنچ کر وہ اللہ عزّ و جلّ کی نسبت ایسا کلام کرتا ہے جس کی گنجائش خلائق کی عقلوں اور وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس درجہ پر ایک ایسا گہرا سمندر بہتا ہے کہ بہت سی مخلوق اس کے ساحل پر ہی غرق ہو چکی ہوتی ہے۔ اور اس میں بہت سے عالموں اور نیکو کاروں کا ایمان ڈوب چکا ہوتا ہے۔

پند و نصائح

آپ مزید فرماتے ہیں، شیخ وہ ہے جو تجھے نیکی کی ہدایت کرے۔ جب تجھکو کوئی مشکل پیش آئے تو تیری مدد کرے، تجھے کتاب (قرآن)، و سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلائے، بدعتوں سے بچائے اور اس کا ظاہر و باطن شریعت کے موافق ہو۔

جب تو خداوند کریم کی رضا مندی کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو بیشک وہ تجھ پر کھل جائے گا۔ خدائے پاک کی رضا پر راضی رہ۔ اگر تو خدائے کریم کی رضا پر راضی رہے گا تو تمام مصیبتوں سے بے خوف ہو جائے گا۔

کوئی شخص دونوں جہان کے برابر عبادت کرے، مگر اس کے دل میں ذرا برابر بھی تکبّر ہو تو وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔

جب تک انسان کے دل سے تکبر، حماقت اور بخل کی صفتیں زائل نہ ہوں۔ اس وقت تک وہ ولی نہیں بن سکتا۔

جو اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اچھا سمجھے وہ خدا اور لوگوں کے نزدیک جھوٹا ہے۔

سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور افضل سمجھے۔ اور یہ بھی ظلم ہے کہ آدمی دنیا کی چند روزہ جاہ و عظمت کا حد سے زیادہ خواہاں ہو، مثلاً اس بات کا خواہشمند رہو کہ بات چیت میں اور اٹھنے بیٹھنے میں اسے دوسروں سے خاص فوقیت حاصل ہو۔ جو آدمیوں پر ناجائز دباؤ ڈالتا ہو، وہ ان کے دلوں میں اپنی دشمنی کا بیج بوتا ہے۔ جو آدمیوں سے تواضع اور انکساری سے پیش آتا ہے وہ اسے عظمت اور رفعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ ان میں اور خلائق میں عزیز اور مقبول ہو جاتا ہے۔ آدمی کا بہترین مرتبہ اس کی خوش اخلاقی اور اخلاص ہے اور بہترین رفیق خدا کا خوف ہے۔

جو دل میں غرور اور تکبر رکھتا ہے وہ کبھی کاملوں کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔

کامل وہ شخص ہے جو مخلوق کی خدمت سے جی نہیں چراتا۔

تکبر اور رعونت احمق کی خصوصیات ہیں جنہیں عقلمند لوگ بُرا سمجھتے ہیں مگر احمق میں ان کا پایا جانا ضروری ہے۔

جسے خدا عزت دے وہ ہر جگہ باعزت رہتا ہے اور جسے بندے عزت دیں ضروری نہیں کہ وہ ہر جگہ باعزت ہو۔

جس نے قرآن پاک میں اپنی رائے کو دخل دیا وہ گمراہ ہوا، اور ظاہر و باطن سے دور جا پڑا۔

خدائے عزوجل کا ذکر تمام مصیبتوں کی ڈھال ہے چونکہ ذاکر خدائے کریم کا ہم نشین ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص ہر وقت ذکر اللہ کرتا رہے تاکہ خدائے جل شانہ کی ہم نشینی میں رہے۔

دشمن کی علامت یہ ہے کہ جب تک تو مالدار رہے وہ تیرا دوست بنا رہے اور جب تو تنگ دست ہو جائے وہ دوستی چھوڑ دے، اور تیری غیبت کرے اور تجھے برا کہے۔

دوست وہ ہے جو صرف خدا کے لئے دوست ہو، اگر ایسا شخص مل جائے تو اس کو دوست بنا کیونکہ سچے دوست بہت کم ملتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو بلند درجات عطا فرماتا ہے اور ان درجات کے سبب وہ عظمت اور رفعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگتے ہیں۔ خدائے عزوجل کی بخششوں کا میدان وسیع ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جسے جو چاہے دے سکتا ہے۔

جو خداوند کریم کے پاس پہنچنے کے لئے اولیاء اللہ کو وسیلہ بناتے وہ دین و دنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔

وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے رستے کو چھوڑ کر کسی اور رستے پر چلتا ہے۔

باہمت آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے۔

توفیق اور دستگیری اور قدرت یہ چیزیں خدا کے قبضہ میں ہیں جن کا کوئی شریک نہیں۔

اگر دعوے کے مطابق قدرت اور طاقت رکھتا ہے تو کبھی شکست نہ کھائے گا۔

ہمت کو غم کے ہاتھ میں نہ دے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو مراتب عالیہ کے حاصل کرنے سے محروم رہے گا۔

ہمسایوں کی حمایت اقارب کی حمایت سے بہتر ہے
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا شخص پُل صراط پر سے بآسانی گذرے گا اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے بغیر سجو کار ہنا، کتوں کی صفت ہے۔ اگر تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب اختیار کرے گا تو تیرا مرتبہ واصلوں کے مراتب جیسا ہو جائے گا، نمائش اور دکھاوے کے لئے کوئی کام نہ کر۔

آج کل کے آدمی سحر، کیمیا اور وحدت وغیرہ کی لَن ترانیوں اور جھوٹے دعووں سے فوقیت حاصل کرتے ہیں، ایسے آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کر، کیونکہ ان کے خادم اور ہمنشینوں پر خداوند کریم کا قہر اور غضب نازل ہوتا ہے اور یہ لوگ ہم صوفیوں کے لباس میں ہوتے ہیں۔ ان کی ظاہری شکلیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو دیکھنے والا۔ ان کو مستجاب الدعوات اور مقربانِ خدا خیال کرتا ہے۔ اگر تو ایسے شخص کو دیکھے تو اس کے پاس سے فوراً بھاگ جا اور خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگ۔ اگر کوئی جاہل آدمی تجھے خدا کا ذکر اور قرآن پاک وحدیث کی پیروی کی نصیحت کرے تو وہ ان خرقہ پوش جھوٹوں سے بہتر ہے ایسے جھوٹوں سے اس طرح بھاگ جیسے آدمی شیر اور اژدہے سے بھاگتے ہیں۔

اعلیٰ مراتب اور نجات حاصل کرنے کے لئے جناب سرورِ کائناتؐ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے، اجماع (بڑی جماعت کی شاہراہ تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، اہل سنت و جماعت کے فرقہ سے جو ناجی (نجات پانے والا) فرقہ ہے، علیحدہ نہ ہو، خداوند کریم پر بھروسہ رکھ

اور میری نصیحتوں پر عمل کر۔

اولیاء اللہ خداوند تعالیٰ کے مقبول بندے ہوتے ہیں اس واسطے ہم ان کو اپنا وسیلہ بنا کر خداوند کریم کی بارگاہ میں تضرع (گڑگڑاتے ہیں) کرتے ہیں اس امید پر کہ خدائے عزوجل اپنے ان پیارے بندوں کو شرمندہ نہیں کرے گا۔ یعنی ان کے ذریعے سے ہمیں اپنی عنایت اور بخششوں سے محروم نہ رکھے گا۔

آپ کے نصائح تو اور بہت سے بھی ہیں لیکن بہ غرض اختصار اس قدر کافی معلوم ہوتے ہیں۔

کلمات بعد نصائح

ذیل میں وہ کلمات تحریر ہیں جو آپ نصائح کے بعد فرمایا کرتے تھے۔

اے میرے بھائی میں نے زمانے اور اہلِ زمانہ کو اچھی طرح آزما لیا ہے نفس سے جہاد کیا ہے۔ اسلام کی خدمت کی ہے۔ اہلِ صفا کی خدمت سے بہرہ اندوز رہا ہوں میری نصیحت کو قبول کر دکیونکہ میں نے تمہیں اخلاق اور محبت سے نصیحت کی ہے۔ خدا کرے تم ایسے ہو جاؤ جیسا میں نے تم سے کہا ہے۔ بہت سے سننے والے کہنے والوں سے افضل ہو جاتے ہیں۔ تمام درویش اور اس جماعت کے تمام لوگ مجھ سے بہتر ہیں میں تو صرف ایک ناچیز شخص احمد ہوں اور کچھ نہیں۔ یقیناً کچھ نہیں۔

آخر میں آپ نے دعا فرمائی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

"خداوند کریم میرے اور تیرے لئے معرفت کا راستہ آسان کرے اور مجھے اور تجھے اور تمام مسلمانوں کو ان لوگوں میں سے کرے جو اچھے، برگزیدہ، مخلص، نیکوکار اور اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں خداوند کریم کارساز ہے اور ہر قسم

کی تعریف صرف اُسی کے لئے ہے، وہ تمام جہان کا رب ہے۔

چند مزید مواعظ چند اور مواعظ جو حضرت سردار الاولیا، تاج الاتقیا قطب الاقطاب غوث الاغواث الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہِ رفاعیہ ام عبیدہ میں کرسی وعظ پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمائے (از بنیان المشید۔ ترجمہ البرہان المؤید)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

بزرگو! اپنے دلوں میں اللہ تعالےٰ کو ڈھونڈو (باریک باتیں نکالنے، اور زبان چلانے سے اللہ نہ ملے گا) وہ تو تمہاری گردن کی شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط کئے ہوئے ہے۔ دین اخلاص کا نام ہے۔ جب تم لاالٰہ الا اللہ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور تحتیت و فوقیت اور قرب و بُعد کے خطرات سے بالکل پاک ہو (پھر) خالص نیت کے ثمرات (یعنی پھل) حاصل کرو کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے برحق رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (اگر استطاعت ہو) اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

بدعت سے بچتے رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتا ہے وہ مردود ہے۔ اللہ تعالےٰ سے تقوے کے ساتھ، اور مخلوق سے سچائی اور حسن خُلق اور بہتر سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔ اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو۔ شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ سے جب کوئی عہد کرلو، اس کو پورا کرو۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم فرمایا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز آجاؤ۔ جھوٹ سے بچو۔ نہ خدائے پاک پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر (اپنی بڑائی کا) دعوی کرنا خدائے تعالےٰ پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

بندگی پوری یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچے اور دونوں میں عاجزی و انکساری اختیار کرے یعنی احکام پر عمل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے آپ کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے۔ احکام پر عمل کرنا اللہ تعالےٰ سے قریب کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالےٰ کے خوف سے ہوتا ہے۔ اعمال صالح کے لئے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے۔ بیبا کی کے ساتھ خوف (کا دعویٰ کرنا) فضیحت (اور رسوائی کا سبب) ہے۔ اللہ تعالےٰ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں راستہ کھو دیتا ہے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم

بزرگو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت ہی بڑی شان سمجھو، آپ ہی واسطہ ہیں اور وسیلہ ہیں مخلوق اور حق تعالےٰ کے درمیان

آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتایا ہے۔ حضور صلعم اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام مخلوق الہٰی میں سب سے زیادہ کامل۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں میں سب سے زیادہ افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ بتانے والے، اللہ تعالیٰ کی طرف سب کو بلانے والے، اللہ تعالیٰ کی خبریں سنانے والے، اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ حضور صلعم ہی سب کے لئے بارگاہِ رحمانی کا دروازہ اور بارگاہِ صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ہماری جانیں آپ پر قربان) سے مل گیا اللہ سے مل گیا جو حضور صلعم سے جدا ہوا اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کی طابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

بزرگو! خوب جان لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حضور صلعم کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسی حضور صلعم کی حیات میں تھی۔ (بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیاۃ النبی ہیں) اور قیامت تک باقی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہو جائے۔ تمام مخلوق قیامت تک حضور صلعم کی شریعت ہی کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا، اور حضور صلعم کا معجزہ یعنی قرآن شریف بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہہ دیجئے (اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تمام جن وانس اکٹھے ہو کر بھی اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اس کا مثل نہ لاسکیں گے۔

صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کلام اللہ کا رد کرنا

بزرگو! جس نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کو رد کیا تو اس نے گویا کلام اللہ کو رد کیا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کی کتاب (قرآن پاک) پر اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے، ہم اس کو اسی کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

صحابہ کرام کے مراتب کا بیان اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت

صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحابہ کرام سب کے سب ہدایت پر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) حضور آقا مولیٰ تاجدار انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا لو گے۔

صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے محبت رکھو ان کے ذکر و تذکرے سے برکت حاصل کرو اور ان جیسے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

محبت اہل بیت کی تاکید

دوستو! اپنے دلوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ کرام کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ احکام) پر کسی معاوضہ کا طالب نہیں، سوائے اس کے کہ

قرابت داری کی ہمدردی کا حق ادا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔ اللہ اللہ فی اہل بیتی میری اہل بیت کی بابت اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو اہل بیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتا ہے، وہ ان سے محبت کرتا ہے، ان کی مدد کرتا اور ان کی بلند شان کا اہتمام کرتا ہے۔ ان کی عزت کی حفاظت کرتا، ان کے حقوق کی رعایت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق ان کے بارے میں امت پر ہے اس کی پوری نگہداشت کرتا ہے (قیامت میں) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی اور جس کو اللہ سے محبت ہوگی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہوگی وہ ان کے ساتھ (قیامت میں) ہوگا۔ اور وہ اپنے جدِ امجد سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ اہلِ بیتِ رسول اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے آگے بڑھاؤ خود ان سے آگے نہ بڑھو۔ ان کی مدد کرو، تعظیم کرو، ادب کرو، ان کی برکتیں تمہارے اوپر برسیں گی۔

صحبت اولیاء اللہ کی تاکید

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ، الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانو یتقون ○ سنو! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے، اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے اس پر ایمان رکھتا ہے اور تقویٰ پر کاربند ہے۔ پس جس کو اللہ سے محبت ہو اس سے دشمنی نہ کرو۔ بعض آسمانی کتابوں میں ہے۔ مَنْ اٰذی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب اللہِ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ایذا دے گا میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالےٰ کو اپنے اولیا کے لئے جب وہ ذلیل کئے جائیں یا ان کو ایذا دی جائے بڑی غیرت آتی ہے وہ ان کی خاطر ایذا دینے والوں سے انتقام لیتا ہے اور جو ان سے محبت کرے اللہ تعالےٰ اپنے اولیائے کرام کے لئے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جو ان کی پناہ میں آجاتا ہے اس کی مدد فرماتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے مخاطب اولیا ہی ہیں نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ ترجمہ: ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی رفیق ہیں "۔ اولیاء کی محبت کو اپنے اوپر لازم (اور ضروری) کرلو۔ ان کا قرب حاصل کرو، ان کے ساتھ اپنے اعتقاد مضبوط رکھو، ان کی وجہ سے تمہیں برکت اور سعادت ملے گی۔ ان کے ساتھ ہو جاؤ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

بزرگو! حدود مراتب کا لحاظ رکھو، غُلو (یعنی حد سے زیادہ سمجھنے) سے بچو۔ ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو۔ نوع انسان میں سب سے بزرگ تر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام ہیں اور انبیاء میں سب سے افضل واشرف ہمارے نبی آقا و مولا حضرت سید الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپؐ کی آلِ پاک اور اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں جو خیر القرون میں تھے۔ یہ تو (مراتب کا) اجمالی بیان تھا۔ تفصیل کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کو نصِ شریعت اصاف اور صریح حکم کا اتباع کرو۔ خبردار اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا۔ جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی رائے ہی سے برباد ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں کسی کی (ذاتی) رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اپنی رائے سے مباحات (جو چیزیں شرع میں جائز ہیں) میں فیصلہ کرو۔ اولیاء اللہ کو عزت اور احترام کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر

تفضیلت دینے سے بچو، جو کہ اللہ تعالے نے بعض اولیا اللہ کے درجے بعض اولیار سے بلند کئے ہیں۔ مگر اس کی پہچان سوا خداوند تعالے کے یا اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعوے کو چھوڑ کر اولیاؤں کی تائید کرو (اور اولیا اللہ کی تابعداری کرو) بزرگو! درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک کہ وہ سنت پر جما ہوا ہے، اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے علیحدہ ہو جائے گا۔

اپنے اُوپر نظر کرنے سے بچو

اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ۔ غرور سے بچ، تکبر سے الگ رہ کیونکہ یہ سب برباد کرنے والے ہیں میدان قُرب میں وہ شخص داخل نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا جو دوسروں کو چھوٹا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ میں کون ہوں اور تو کیا ہے۔ (ان جھگڑوں سے بچو) عزیز من! ہم میں سے ہر شخص عاجز اور مسکین ہے جس کی ابتدا گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور انتہا ایک مردار لاشہ ہے، اس سرمایہ کی شرافت و بزرگی جوہر عقل سے ہے اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے، یعنی اس کو ایک حد پر روکے رکھے۔ اگر کسی شخص کی عقل نفس کی باندھنے والی اور نفس کو حدود پر روک رکھنے والی اور حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے اور جب آدمی اپنے جوہر ہی سے محروم ہو گیا تو اس کے لئے کوئی شرافت اور بزرگی نہیں۔ اب وہ صرف ایک بھاری بھرکم بوجھل اور کثیف جسم رہ گیا جو نہ کسی قیمتی اور اچھے درجہ کے لائق ہے اور نہ کسی عمدہ منصب کے قابل۔ اور جب انسان کی عقل کامل ہو اور یہی قیمتی خالص جوہر اس کے اندر حکومت کرتا ہے (کہ تمام اقوال و افعال و احوال عقل کے اشارہ پر صادر ہوتے ہیں) تو اب یہ اس قابل ہے کہ سلاطین کا بھی سرتاج بنایا جائے۔

عقل کا پہلا درجہ

عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ (انسان) جھوٹی انانیت اور تکبر اور بیہودہ دعوے اور اپنی بڑائی کے احساس سے بالا ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا دہ باندھا اور اس کو دبا، فلاں سے چھینا۔ (جب انسان تکبر اور جھوٹے دعووں سے نکل جاتا ہے، اس وقت اس کی اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے، پس انسان کو لازم ہے کہ اپنی ابتدا کو پہچانے کہ مٹی سے بنا ہے اور انجام کو یاد رکھے کہ مٹی میں ملنا ہے اور اس ابتدا اور انجام کے درمیانی حصہ میں وہی باتیں اور وہی کام کرے جو ان کے مناسب ہیں۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے ایک نصیحت کرنے والا ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے (یعنی عقل کی روشنی اور اپنے مرشدِ پاک کی روحانی طاقت)

"نصیحت سے کب نفع ہوتا ہے"، جس شخص کا دل خود نصیحت کرنے والا ہو (یعنی تکبر اور بڑائی طبیعت میں ہو) اس کو دوسروں کے مواعظ نفع نہیں دے سکتے۔ جس کا دل ہی غافل ہے وہ کسی کی نصیحت سے کیوں اثر لے گا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ غفلت دل کی سیاہی ہے اور سیاہ دل پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ ہمارے آقا و مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے سُن لو! وہ دل ہے۔ عزیزمن! تم میری نصیحت سے جبھی مستفید ہو سکتے ہو اور میں تمہاری نصیحت سے اسی وقت فائدہ اٹھا سکتا ہوں جب ہم دونوں اخلاص اور محبت سے ایک دوسرے کو نصیحت کریں۔

عزیزمن! تم مجھ سے اچھے ہو کہ میں نے تم کو اپنی شاگردی (یا مریدی) کی ذلت دے کر مشقت میں ڈالا، اور مجھے معلم (اور مربّی) بننے کے نشے نے مست کر دیا۔

عزیزمن! اگر کسی وقت میرا نفس مجھ پر غلبہ حاصل کرنے لگے (یعنی شاگردوں اور مریدوں کو دیکھ کر پھولنے لگے) اور اس وقت میں اس سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (محض اپنے فضل سے) تجھ کو علم عطا کیا ہے اور مسلمان بھائیوں کی تعلیم تیرے ذمہ لازم کر دی، کیونکہ علم کے چھپانے والے کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ تو اب جس قدر محنت ومشقت تعلیم اور تربیت دینے میں تو کر رہا ہے (کسی پر احسان نہیں کرتا) بلکہ محض اپنے (بچاؤ کے) واسطے کر رہا ہے (مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کام نہ کرے گا عذاب میں مبتلا ہو گا) اور عذاب سے بچنے کے لئے کام کرنا کچھ کمال نہیں۔ پس تو اپنی حد پر رہ (اور مریدوں اور شاگردوں کو اپنے گرد دیکھ کر مغرور نہ بن، ممکن ہے ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی بڑا ہو اور تجھ پر اس کی جلالت اور بزرگی کو محض تیرے امتحان کے لئے مخفی رکھا گیا ہو اگر یہ باتیں سوچ کر میرے نفس کی جھوٹی بڑائی دب جائے وہ اپنا مرتبہ پہچان لے اور اپنے ٹھکانے پر آ جائے تو اس کے لئے بڑی کامیابی ہے۔

عزیزمن! اگر اسی طرح کہیں تیرا نفس بھی غلبہ کرے (یعنی شیخ کی تقلید و اتباع اور خدمت کی ذلت سے عار کرنے لگے) مگر تو اس کو علم حاصل کرنے پر مجبور کئے رہے اور اتباع و تقلید کی چھری سے اس کی خواہش کو ذبح کرتا رہے اور اپنی شرافت اور علمی لیاقت اور اپنے باپ اور خاندان اور دولت مندی کی عزت سے آنکھیں بند کر کے حکمت اور معرفت حاصل کرنے میں لگا رہے تو کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے گا جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور تہمت لگا ہوا نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

حضرت سردار الاولیا سید احمد کبیر الرفاعی کی ذات والا میں کس قدر عجز، انکسار اور تواضع کی صفات تھیں ذیل کے بیان سے صاف معلوم ہو گا:۔

اے درویش : قرآن کریم کا اتباع کر، آثار سلف کی پیروی کر، میں کیا چیز ہوں، کہ تیرے لئے دعا کروں۔ میری مثال تو ایسی ہے کہ جیسے دیوار پر ایک مچھر بیٹھ گیا ہو، جس کی کچھ بھی قدر نہیں۔

بزرگو! میرا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہو اور مجھے وہی عذاب پکڑ لے جس نے ان کو پکڑا تھا۔ اگر میرے دل میں یہ خطرہ بھی آئے کہ میں اس جماعت کا شیخ ہوں یا ان کا سردار ہوں، یا مجھے اس بات کا وسوسہ بھی آئے کہ میں ان میں سے ایک درویش ہوں۔ واعظ ہوں یا اس جماعت سے کچھ بڑا ہوں، یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کا بھی شیخ ہوں۔ ہاں اللہ تعالے مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو مسلمانوں میں ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

بزرگو! اپنے اوقات کو ان کاموں میں ضائع نہ کرو جن سے تم کو کچھ بھی راحت نہیں تمہارا جو سانس بھی گزرتا ہے، شمار کیا جاتا ہے، جن چیزوں سے تم غفلت میں پھنستے ہو، ان سے بچو۔

وقت اور قلب کی حفاظت کرو

اپنے قلوب اور اوقات کی نگہداشت کرو کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں۔

وقت اور قلب، اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا، اور دل کی جمعیت کو برباد کر دیا، تو تم فوائد سے محروم رہ گئے۔ اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے، اللہ کی یاد اور اطاعت و عبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے، خوب سمجھ لو! کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں۔

توراۃ میں لکھا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک نوحہ کرنے والا رہتا ہے جو اس کی حالت پر نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے۔ اور منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے جو ہر وقت گاتا بجاتا

رہتا ہے۔ عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جو کسی وقت اس کو خوش نہیں ہونے دیتی۔ اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

وجد کی حقیقت

بزرگو! تم اس خانقاہ میں اللہ کا ذکر کرتے اور وجد کرتے ہو اور نشاط میں حرکت کرتے ہو، تو جو علما، معرفت سے نا واقف ہیں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (اللہ کو) یاد کر رہے ہیں۔ پس جس کا وجد (حال) جھوٹا ہے اور نیت بھی فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو اور دل کی (نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو تو وہ واقعی ناچنے ہی والا ہے۔ جیسا علما ظاہر کرتے ہیں ایسے لوگوں کی نسبت علما کی بات سچ ہے لیکن جس کا وجد سچا ہو، نیت اچھی ہو اور حق تعالٰے کے اس ارشاد کا مصداق ہو۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔ یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر لفظوں پر نہیں رہتے بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں اور سماع سے مراد اس داعی کی بات کو قبول کرنا ہے جس نے ازل میں ہم کو اللہ کی طرف بلایا تھا جیسا اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم
واشهدهم علٰی انفسهم الست بربکم قالوا بلٰی

یعنی جب اللہ تعالٰے نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور سب کو ان کی ذات سے اس بات پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں، (بیشک تو ہمارا پروردگار ہے) اس آواز کو جس نے سنا بغیر کسی حد اور صفت اور کیفیت کے سنا اور اس سماع کی حلاوت ان کے دلوں میں جم گئی۔ اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو گئی۔ پھر جب اللہ تعالٰے نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کو بنایا اور ان کی

اولاد کو دنیا میں پھیلایا۔ اس وقت یہ بھید ظاہر ہوا جو ان کے اندر سمایا ہوا اور چھپا دیا تھا اب جس وقت عارفین کوئی اچھی آواز اور عمدہ کلام سنتے ہیں تو ان کے دل اصلی حلاوت کی طرف اڑنے لگتے ہیں جو آواز ازل سے ان کے کانوں میں (اور کانوں سے دلوں میں) پہنچی تھی یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالے کو ابتدا سے پہچاننے والے ہیں۔ اسی کے واسطے باہم محبت کرتے ہیں۔ اسی کے لئے ایک دوسرے کی زیارت (ملاقات) کرتے ہیں، اسی کی یاد کرتے ہیں اور اسی کی یاد میں دوسروں کو بھول جاتے ہیں، ایسا درویش اس قابل ہے کہ اس کو ذاکر کہا جائے، اس کی روح نے رقص (ناچ) کیا اس کا قصد درست ہے۔ اس کی عقل کامل ہے اس کا نامہ اعمال روشن ہے اور اس نے سماع سے وہ حصہ لے لیا جو چھپا ہوا تھا۔ اس بھید کو ظاہر کر دیا جو اس کے اندر ودیعت کیا گیا تھا۔ کیونکہ سماع کی حقیقت (اور اس کا ذوق) ہر جاندار سننے والے کی طبیعت میں موجود ہے (سماع میں) ہر شخص وہی سنتا ہے، جو اس کی طبیعت کے موافق ہے۔ وہیں کی بات سمجھتا ہے جہاں تک اس کی ہمت پہنچتی ہے کیا تم نے بچوں کو نہیں دیکھا، کہ ماں کی لوری اور گیت سے خوش ہو کر خاموش ہو جاتے اور جلدی سو جاتے ہیں۔ کیا اونٹوں کو نہیں دیکھا کہ جب گانے والا گاتا ہے تو وہ تیزی سے چلنے لگتے ہیں اور بوجھ کی تکلیف کو بھول جاتے ہیں۔

جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ تین سو برس تک روتے رہے۔ اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ اے آدم! یہ رونا کس لئے ہے اور پریشانی کا سبب کیا ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار نہ میں تیری جنت کے شوق میں روتا ہوں۔ نہ جہنم کے خوف سے روتا ہوں۔ میرا رونا صرف ان فرشتوں کے شوق میں ہے جو عرش کے گرد وجد کرتے رہتے ہیں۔ جن کی ستر ہزار صفیں ہیں اور سب کے سب نوجوان

اور خوبصورت ہیں۔ ناچتے ہیں۔ رقص کرتے ہیں اور وجد کرتے ہیں اور عرش کے گرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے چکر لگاتے اور یوں کہتے رہتے ہیں جل الملک ملکنا۔ لولا ملکنا ھلکنا۔ من مثلنا وانت الھنا۔ ومن مثلنا وانت حبیبنا۔ ومستغاثنا۔ یعنی بہت بڑا بادشاہ ہے ہمارا بادشاہ۔ اگر ہمارا بادشاہ (ہم پر مہربان) نہ ہوتا تو ہم سب ہلاک ہوجاتے ہم جیسا کون ہے۔ جب کہ تو ہمارا معبود ہے۔ ہم جیسا کون ہے جب تو ہمارا دوست ہے اور محبوب اور فریادرس ہے۔

قیامت تک وہ فرشتے اسی حال میں رہیں گے (آدم علیہ السلام کو ان فرشتوں کے ذکر میں خاص لطف آتا تھا۔ دنیا میں آکر اس ذکر محبت کی آوازیں سننے میں نہ آئیں تو غلبہ و شوق سے مدت تک روتے رہے) اللہ تعالٰی نے وحی بھیجی کہ آدم ذرا سر تو اٹھاؤ اور دیکھو۔ آدم علیہ السلام نے جو سر اٹھایا تو ان فرشتوں پر نظر پڑ گئی وہ عرش کے گرد رقص کر رہے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام صدر مجلس تھے اور میکائیل علیہ السلام قوال بنے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر اور سن کر آدم علیہ السلام کے دل کو سکون ہوا اور رونا موقوف ہو گیا۔ بعض علماء نے آیت و ھم روضۃ یحبرون کی تفسیر میں کہا ہے، کہ اہل ایمان کو جنت میں گانا سنایا جائے گا۔ سماع و وجد سے عارفین کا جو کچھ مقصود ہے اس کی بنیاد یہی ہے۔ اور عطاء (ونعمت الٰہی) ہے۔ یہ وہ رقص اور ناچ نہیں جو شریعت میں حرام کیا گیا ہے۔ جیسا بعض جاہل درویش جن پر قہر نازل ہوا ہے۔ گمان کرتے ہیں۔ یہ عطاء و نعمت اس شخص کو ملتی ہے جو اپنے دل پر قابو رکھتا ہے جس کے دل میں غیر حق کا وسوسہ بھی نہ آتا ہو۔ اور دنیا کے سامان میں کسی سامان پر بھی اس کو التفات نہ ہوتی ہو۔ اللہ عزوجل کے سوا کسی کا قصد نہ رکھتا ہو اور جو شخص وسوسوں کے

میل کچیل اور طبیعت کی گندگیوں میں پھنسا ہوا ہو اس کو سماع سننا جائز نہیں اور نہ اس کو یہ نعمت مل سکتی ہے) اس پر لازم ہے کہ اللہ کی یاد میں لگے اور جہاں تک ہو سکے اپنی باتوں اور حرکتوں میں ادب کا لحاظ رکھے اور جھوٹے دعووں کے دریا میں غوطہ لگا کر ان لوگوں کے درجہ کا دعویٰ نہ کرے۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی غیرت والا ہے (بس سمجھدار کے لئے) اتنی ہی بات کافی ہے۔

علماء کو نصیحت

بزرگو! تمہارے اندر بعض فقہا اور علماء بھی ہیں، تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی دیتے ہو، احکام شرعیہ بھی بیان کرتے ہو۔ لوگوں کو (مفتی بن کر) احکام بھی بتاتے ہو، خبردار چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے۔ اسی طرح (کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو جائے) کہ تم اپنے منہ سے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور دلوں میں کھوٹ رہ جائے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل نہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ۔ کیا دوسروں کو تو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو (نیکی سے) بھلائے ہوئے ہو۔

بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندے کو اپنے عیوب پر نظر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت و شفقت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتا ہے اور اس کے نفس میں بلند ہمتی (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتا ہے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو سب سے کم دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے۔

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی صحبت کی تاکید

اولیاء اللہ مخلوق کے واسطے پل ہیں جن کو توفیق ہوتی ہے، وہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر کے اللہ کے مقرب بندے بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ عمل کرنے والے ہیں۔ خالص اور پاک ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر لیا ہے اور اپنے دربار میں مقرب بنا لیا ہے۔ ان کے دلوں پر غیر اللہ کا حجاب ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں آتا۔ انہوں نے درمیانی چیزوں کو نکال دیا ہے اور اسرار الٰہی پر اخفار کے پردے ڈال دیئے ہیں کہ نا اہلوں کے سامنے ان کو بیان نہیں کرتے، (رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ دن کو روزہ رکھتے ہیں بعض پر فکر غالب ہے۔ کسی پر ذکر غالب ہے اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے (کہ ذکر بھی کرتے ہیں اور فکر بھی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت بھی کرتے ہیں) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ عزّ و جل کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

میں تم سے یہ تاکید کہتا ہوں اور سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض اور واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے۔ (جس سے دین و دنیا کی دولت حاصل ہوتی ہے) دین کی چوٹی ان ہی کے پاس ہے۔ صدق و صفا، شوق و وفا دنیا و آخرت، سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے۔ اور سنو یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف شیخ (مرشد) کامل و عارف کی صحبت سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔

(سچائی۔ صفائی دل کی، بے حد شوق، وفاداری)

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا ہے دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (اکبر الہ آبادی)

جو حال و قال دونوں کے جامع ہوں کہ اپنی باتوں ہی سے راستہ تبلائیں اور حال (تشفی) سے ہمت کو بڑھائیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ پس ان کے طریقوں کا اتباع کرو، شیخ کی حالت کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین اور مریدوں میں ظاہر ہوتی ہے اور ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بسلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

ذلت کا استعمال کیوں کیا ہے

صاحبو! تم اپنے پیچھے ذلت و انکساری اور دعوے سے علیحدگی اور بڑائی کے میدان سے باہر ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ذلت ظاہر کرنے اور درویشوں اور علماء سے محبت کرنے، اور اپنے کو اللہ عزوجل کے حوالے کر کے تقدیر کی موافقت کرنے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا نشان چھوڑ جاؤ۔

ہاں، جس نے اچھا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا، جو قیامت تک اس کی پیروی کرتے رہیں گے، ثواب ملتا رہے گا (پس کوئی ایسا نشان چھوڑ جاؤ جس پر لوگ چلیں تو قیامت تک ثواب ملتا رہے)

اور جس شخص نے کوئی برا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا جو قیامت تک اس کی پیروی کریں گے گناہ ہوتا رہے گا۔ (پس ایسا بُرا نشان چھوڑنے سے بچو جس کا عذاب قیامت تک ملتا رہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم میں سے کسی کا کبھی نشان باقی نہ رہا، ان کی سلطنت بھی مٹ گئی اور شریعت بھی منسوخ ہو گئی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شان کو زوال نہیں، آپ کی شریعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی منسوخ نہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

عزیزمن! یہ شریعت تیرے سامنے ہے دیکھے ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کس طرح رہتے تھے کیونکر باتیں کرتے تھے، اور لوگوں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد کس اخلاق سے پیش آتے تھے۔ پھر تو بھی آپ ہی کے جیسے عمل اختیار کر۔ آپ ہی کی طرح باتیں کر، آپ ہی کے اخلاق حمیدہ و اوصاف جمیلہ اختیار کر۔ اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (ترجمہ) اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہوں سے بچو

عزیزمن! اگر تو اللہ سے الگ ہو جائے اور خود وصل کے گمان میں رہے اپنے کو عالم سمجھتا رہے حالانکہ تو ایک قسم کے جہل میں مبتلا ہے تو مجھ پر ناراض نہ ہونا کیونکہ تجھ سے معاملہ فوت ہو گیا (جس پر وصل کا مدار تھا) اور قوم تجھ سے آگے بڑھ گئی اور تیرے اوپر سر سے پیر تک ملامت چھا گئی۔ (کیونکہ تو گمان ہی گمان میں گم رہا)

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت کرنا چھوڑ دو اور صنعت و حرفت وغیرہ جملہ اسباب زندگی سے الگ ہو جاؤ۔ میں تو بس اتنا کہتا ہوں کہ ان کاموں میں رہ کر بھی غفلت اور اپنے پروردگار کو بھول جانے سے اور حرام سے بچتے رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی بیویوں کو چھوڑ دو! اچھے کپڑے نہ پہنو! میں کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہو کر خدا کو بھول جاؤ۔ قیمتی کپڑے پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے آگے نہ اتراؤ۔ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اور اس حد تک زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی زینت سے تمہارے دلوں میں عجب پیدا ہو جائے گا اور ان سے غفلت پیوستہ ہو جائے گی۔ میں

تو بس یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ من حرم زینۃ اللہِ التی اخرج بعبادہٖ وَالطیبات مِن الرزق۔ ترجمہ۔ کہہ دیجیے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جو خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور کس نے پاکیزہ روزیوں کو حرام کیا؟ مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک و صاف رکھو۔ کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے کپڑوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، ہمارے نبی کریم نے ایسا ہی یا اس کے قریب قریب فرمایا ہے۔

ادب کو پختہ کرو، جس کی حقیقت ہر چیز کو اس کے موقع پر رکھنا ہے۔ وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔ نصیحت پوری طرح کرو، جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے۔ محبت میں سچائی پیدا کرو، اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا، دعا میں ادب کی پوری رعایت کرو، جس کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ اللہ پاک کے حضور میں پیش کرنا۔

سچی عبدیت

سچی عبدیت (غلامی)، یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالے کر دے۔ درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام اور بدلہ لیتا ہے، تو مشقت میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے۔ خاندان اور برادری کی مدد کی اس کو ضرورت نہیں رہتی (چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے کہ اپنے معاملات کو خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیا ہے)

خدا تعالےٰ اپنے ولی کا مددگار ہے (حضرت کا ایک وعظ)

ہم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر مخلوق کو اپنی طرف بلانے کے لئے پیشوا بنا لیا ہے جو ہمارا اتباع کرے گا نجات پائے گا جو ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا مستفید ہوگا حق بات کہنا پڑتی ہے (اس لئے میں یہ بھی سنا دینا چاہتا ہوں کہ) ہم اہل بیت ہیں جو کوئی ہم سے کچھ چھیننا چاہے گا اس کی دولت چھین جائے گی اور جو کتا ہم پر بھونکے گا اس کو خارش ہو جائے گی (جس کے بعد کتا خود اپنے اوپر بھونکا کرتا ہے) اور جو ہم کو مارنے کا ارادہ کرے گا خود اسی پر مار پڑے گی اور جو شخص ہماری دیوار سے اونچی دیوار بنائے گا اس کا گھر ویران ہو جائیگا۔

ان اللّٰہ یدافع عن الذین اٰمنو النبی اولی بالمومنین من انفسھم اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود (ان کے دشمنوں کی) مدافعت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (پس اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ودعا ہمارے ساتھ ہے دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، روحانی بجلیوں کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات ٹل نہیں سکتی

اللّٰہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ اللہ وہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی (قرآن حکیم) اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے کاموں کا بھی سرپرست ہے اور ان کے منادی (مبلغ ونائب) کے کاموں کا بھی اور جو ان کی مجلس میں آتے جاتے ہیں ان کے کاموں کا بھی؛ زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی، خواہ ان کو علم ہو یا نہ ہو (دیکھو) جب کوئی آدمی رحم دل ہوتا ہے تو وہ سونے والا کا بدن (کھلا ہوا دیکھ کر) ڈھانک دیتا ہے اور جاگنے کے بعد اس سے ذکر بھی نہیں کرتا (اسی طرح سخی آدمی) محتاج کے پاس مال پہنچا دیتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑھ کر رحمت والا، بڑا مہربان، بڑی عظمت والا اور بڑا کریم ہے

وہ اپنے بندے ولی کا بدلہ اس طرح لیتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا. اللہ تعالیٰ کی عنایت کے پہاڑ اس کو (دنیاوی) کدورتوں اور طاقتوں کے دریا میں غرق ہونے سے بچا لیتے ہیں اور ولی سے اور اس کے چاہنے والوں سے (دنیا کی) طاقتوں کو دوسری طاقتوں کے ذریعہ دفع کرتا رہتا ہے. خود اس کی طاقت سے نہیں بلکہ اس کے واسطے اور مضبوط (غیبی) طاقتیں ہیں جن کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں کھول سکتا جس نے اللہ کی پناہ لی وہ محفوظ رہا جو غیروں کے ساتھ لگ گیا پشیمان ہوا. سیدی منصور ربانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی پناہ چاہنا یہ ہے کہ تو اس پر بھروسہ کرے اور غیر کے وسوسوں سے دل کو پاک کرے. ان حضرات نے ہم کو راستہ بتا دیا. کتاب و سنت کے موتیوں کے خزانوں پر جو اشکال کے پردے تھے ان کو ہماری خاطر اٹھا دیا. ہم کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کرنے کا (طریقہ اور) راز بتلا دیا. یہی لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا. جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچانتا ہے وہ ان حضرات سے (ضرور) محبت کرے گا اور ان کی پیروی اختیار کرے گا.

اولیاء اللہ کا معاہدہ اللہ کے ساتھ

بزرگو! اس جماعت (اولیاء اللہ) نے سچی نیتوں اور خالص ارادوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے، بکثرت مجاہدہ کرنے کا اور مراقبہ و طاعت کی پابندی کرنے اور تمام باتوں پر صبر کرنے کا. ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جس کا اللہ سے عہد کیا تھا، گو یہ آیت حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے والے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں ان لوگوں نے پختہ ارادہ اور پوری ہوشیاری

کے ساتھ عزیمتوں کے لانے میں سبقت کی۔ پس انہوں نے سونا چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا یعنی ان چیزوں کو بہت کم کر دیا، اور رات کے اندھیروں میں اللہ کی خدمت (عبادت) کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور خشوع اور بیداری اور لمبے لمبے قیام سے اور رکوع و سجدہ اور روزہ سے اللہ کی عبادت کی اور اپنے محبوب کے سامنے محرابوں میں کھڑے ہو کر مقصود حاصل ہونے کے لئے خوشامدیں کیں یہاں تک کہ مقام قرب تک پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کو انس حاصل ہو گیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد انا لا نضیع اجر من احسن عملا۔ "ہم اچھا کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے" کا بھید ظاہر ہو گیا (انہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا اجر ضرور عطا فرماتا ہے) پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجات اور قرب کا مرتبہ عطا فرمایا۔ اور اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ قریب کا قریب بھی قریب ہوتا ہے۔ محبوب کے دوستوں کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے پس یہ لوگ اپنے مشائخ (مرشد) کے محبوب اور مقرب ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہوئے۔ ان کا محبوب ان کے چاہنے والوں کا بھی محبوب ہے، اللہ کا بھی محبوب ہے۔ اس کی محبت کی برکت اس کو محبوبیت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے (یعنی محبوبیت کے درجہ پر پہنچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ جس نعمت سے انہیں سرفراز کرنا چاہتا ہے اس نعمت سے سرفراز کرتا ہے)

(اس لئے) اے بزرگو! اولیاء اللہ کے قرب کی کوشش کرو، جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھتا ہے ایسے ہی جو اللہ کے ولیوں سے دشمنی رکھتا ہے، وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے۔

عزیزمن! اگر کوئی تیرے دشمن سے محبت رکھے تو کیا تو اس سے محبت کر سکتا ہے۔ نہیں بخدا نہیں (تو اب سن لے کہ) اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے اس کو بھی (اس سے) غیرت آتی ہے کہ (اپنے ولی کے دشمن سے محبت کرے) پھر وہ انتقام بھی لیتا ہے اور قہر بھی نازل کرتا ہے۔

عزیزمن! اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کروگے نہیں خدا کی قسم نہیں (اس لئے سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہے۔ وہ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہے اس لئے وہ اپنے ولی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کرے گا۔ بلکہ اس پر احسان کرے گا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا، اس پر انعام فرمائے گا۔

اس نعمت کا بیان جو حضرت سردار الاولیا سیدی احمد کبیر الرفاعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا پڑتا ہے اس لئے مجھے یہ کہنا پڑا کہ، جس کو میں نے اللہ سے قریب کر دیا وہ قریب ہے اور جس کو میں نے اللہ سے دور کر دیا وہ دور ہے۔ اے ہم سے دور ہونے والے، اے وہ جس سے ہم کو نفرت ہے! اے مسکین یہ دوری اور نفرت تیری طرف سے نہیں (بلکہ ہماری طرف سے ہے) اگر ہم کو تیری طرف توجہ کرنے کا کوئی موقع ملتا ہے جو تیرے حسن استعداد اور اللہ تعالیٰ اور اہل اللہ کے ساتھ خالص محبت کا پتہ دیتا تو ہم تجھ کو اپنی طرف کھینچ لیتے اور اپنی جماعت میں داخل کر لیتے۔ خواہ تو چاہتا یا نہ چاہتا، مگر سچی بات کہنا پڑتی ہے۔ تیری نفسانی لذتوں نے تجھ کو روکا اور تیری نا قابلیت نے تجھکو ہم

سے) جدا کیا (اسی سبب سے ہم نے اپنی جماعت میں تجھ کو نہیں لیا) اگر ہم تجھ کو اپنوں میں شمار کر لیتے تو تو ہم سے دور نہ تھا۔

کمینہ اخلاق سے بچنے کی تاکید اور ان کی حقیقت

میں تم کو چند باتوں سے ڈراتا ہوں۔ خبردار ان میں سے کسی کو اپنے اندر جگہ نہ دینا کیونکہ یہ زہر قاتل ہیں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کرتا ہوں اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں جن میں سے ایک حسد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے اور دوسرا کبر ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے اور تیسرا جھوٹ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ خلاف واقعہ بات گھڑنا اور ایسی فضول اور بے ہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو اور چوتھے غیبت ہے جس کی حقیقت ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیٹھ پیچھے) بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے اور پانچواں حرص ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے اور چھٹا غضب یعنی غصہ ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادے سے اور ساتواں ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرے کہ دوسرے اس کی عبادت یا ریاضت کو دیکھ رہے ہیں اور آٹھویں چیز ظلم ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں۔

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو۔ خوف کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اچھے وعدوں کو یاد کرنے سے دل میں سکون و راحت پیدا ہوں۔ ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ (یعنی کمینہ اور

بُری عادت و خصلت، کو حالت محمودہ (یعنی) اچھی عادت و خصلت سے بدلا جائے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید

اللہ اللہ! اس رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہمارے پاس تمام عالم کے لئے رحمت مخلوق پر حجت، اور موحدین کے لئے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں۔ متابعت اور کامل پیروی کرو۔

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ

لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ کیونکہ اچھا خلق تمام اعمال سے افضل ہے۔ مثل مشہور ہے۔ اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ۔ نیز کہا جاتا ہے۔ سب سے بہتر حُسن اچھے اخلاق ہیں۔ اچھے اخلاق والا اپنے بستر پہ پڑا ہی پڑا روزہ دار و تہجد گذار کے مرتبہ پہ پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ جب لوگوں سے ملنے کے وقت تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تجھ کو کیا نفع؟ (کیونکہ تو اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتا)، اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے (اور جہان والوں کی عبادتوں سے) مستغنی ہے جب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کے دروازے پہ جھک کر، اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی سلطنت کے سامنے عاجز بن کر، اس کی ہیبت سے کانپ کر، اس کے حقوق واجبہ کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف و اقرار کر کے، اپنے نفس اور عمل وغیرہ پہ نظر کرنے سے الگ ہو کر، اس کی عزت و جلال کے دروازے کو اپنی ذلت و خواری کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے عبادت کر، مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو ان سے افضل جاننے کا

خیال دل سے نکال دے۔ اس وقت تیرے لئے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اپنے آپ میں اگر یہ حالت پیدا نہیں کی جا سکتی تو عبادت کے قبول ہونے کی امید کبھی نہیں کی جا سکتی،

عارفین کا کلام غور سے سننے کی تاکید

صاحبزادے! جب تم اہل دربار کا کلام سنو تو ہوشیار بن کر سنو، کیونکہ وہ ظاہر بھی ہوتا ہے اور باریک بھی۔ حکمت و فصاحت والوں کے سردار اور نوع انسان میں سب سے زیادہ فصیح البیان حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع اور پُر مغز کلمات سے تکلّم فرمایا ہے۔ جو مختصر ہیں، فصیح اور واضح بھی ہیں اور باریک بھی۔ یہی شان آپ کے نائبوں اور وارثوں کی ہے۔

اپنی حالت کو سنبھالو اور رحمتِ حق سے مایوس نہ ہو

عزیز من! تم جس حالت میں ہو اگر وہ حلال ہے تو اس میں ثواب کچھ نہیں اور اگر مباح نہیں مکروہ ہے تو تم سے اس کے متعلق بازپرس ہوگی اور اگر تم نے حرام کا ارتکاب کیا تو جب اللہ تعالےٰ سے ملوگے اس وقت تمہارے سامنے یہ قانون پڑھا جائے گا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے لئے راستہ بند ہو چکا، طوفان نے تم کو گھیر لیا اب بچ نہیں سکتے، اور تم کرم سے دور کر دیئے گئے۔ نہیں اللہ کی قسم نہیں، کل کو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کا لطف و کرم اور فضل و احسان اس قدر ظاہر ہوگا کہ ایک دفعہ شیطان کی امید بھی اُبھرنے لگے گی۔ ظالم کافر بھی امید کرنے لگیں گے۔ بلکہ میں تم سے صرف یہ کہتا ہوں اور صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالےٰ گناہ

بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا بھی ہے۔ اور انصاف کرنے والا۔ سخت عذاب والا بھی ہے پس تم توبہ اور پسند بد عمل کے ذریعہ سے درِ مغفرت کے قریب پہنچ جاؤ اور گناہوں کو چھوڑ کر عذاب کے راستے سے دور ہٹ جاؤ، اللہ تعالےٰ سے ایسا ڈرو جیسا اس کی عظمت و قدرت کا جاننے والا ڈرتا ہے اور دل میں ایسی امید رکھو جیسی اس کے کرم و احسان عام پر یقین رکھنے والا امید کرتا ہے۔ کیونکہ مومن کی امید خوف کے برابر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر دونوں کا وزن کیا جائے تو ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہوگا۔

دنیا کی حقیقت کا بیان

بزرگو! اللہ تعالےٰ کے پاس سب کو جانا ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا اور اس کی عمر ایک نہ ایک دن پوری ہو جائے گی۔ پھر اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔ کہ عمر عزیز کو کس کام میں صرف کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ ہم نے مٹی سے تم کو پیدا کیا اسی میں تم کو لوٹا دیں گے۔ پھر اسی سے دوبارہ زندہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ یہ غلہ جو تم کھاتے ہو اور کھا رہے ہو، تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اُگا ہے کیونکہ زمین کے اندر بے شمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں۔ ان میں فوت بھی تھی اور وہ جنگجو بھی تھے، مگر سب چل دیئے اور ایسے دنیا سے جدا ہو گئے اور مٹ گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں۔

اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو، یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت یہ اس کے مکانات ہیں اور یہ ہیں اس کے آدمی، جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب مٹی میں مل جائیں گے۔ تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور و فکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا اور اس کے مکانات کی، اور ان کے بنانے سنوارنے کی، کچھ طمع ہو سکتی ہے؟ بتلاؤ؟ کیا میں اس

خانقاہ کو اس لئے تعمیر کروں (اور سنواروں) کہ اس میں میری اولاد صالح اور ابراہیم و ابو القاسم اور عوزنیں رہیں گی۔ یا اس گھر کو آباد کروں جس میں دوستوں سے جدا ہو کر مٹی سے کمر لگا کر مجھے خود رہنا ہے۔ کیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے اپنے سواروں اور پیادوں کی مدد سے بنایا تھا اور بنا کر میرے لئے اپنے بعد چھوڑ گئے تھے؛ نہیں خدا کی قسم نہیں! بلکہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے عطا فرمائی، خدا کی مہربانی اور کرم سے سب کچھ ہوا۔ اور کیا یہ احسان کچھ میرے ہی ساتھ مخصوص ہے! نہیں خدا کی قسم نہیں! بلکہ دنیا تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اس کو بھی اور جس سے محبت نہیں اس کو بھی۔ ہاں آخرت کی نعمت صرف اسی کو دے گا جس سے اس کو محبت ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے باپ کو بھی گھر دیا، جگہ دی، کپڑا اور کھانا دیا۔ اسی طرح مجھے بھی سب کچھ دیا۔ اور میری اولاد اور عیال کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں رزق ہے۔ جو لوح محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے۔

اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے کہ سب کے واسطے رزق مقرر ہے، پھر بہ فضول خیالات اور گمراہی کے راستوں میں بھٹکنا کس لئے (کہ لوگ صرف دولت ہی جمع کرنے میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کرتے ہیں؛ اور سفر آخرت کے لئے کوئی اسباب فراہم نہیں کرتے) ہوشیار وہ ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اپنے آپ کو عبادت میں لگائے رکھے اور مرنے پیچھے کے لئے کام کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے شائستہ بندے ہوں گے۔ پس لائق اولاد کے لئے تو فکر کی حاجت نہیں اور نالائقوں کو تمہاری فکر سے کوئی نفع نہیں۔ وہ تو تمہارا جمع کیا ہوا خزانہ اور جائداد چار دن میں ختم کر کے مفلس ہو جائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ مراد باطنی میراث ہے جس سے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب بخوبی حاصل ہوتا ہے جب وہ زمین بوس ہوتا ہے۔ (یعنی جب بندہ نہایت عاجزی اور خاکساری اور بے پناہ رگڑاؤ اور ذلت کے ساتھ عبادت کرتا ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہری میراث مراد ہے، یعنی زمین کے وارث وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق کے استحقاق کے مطابق زمین کی حکومت اور سیاست و انتظام کے لائق ہوں۔ کیونکہ لوگوں کے اعمال ہی حقیقت میں حکام ہیں تمہارا سب سے بڑا حاکم خود تمہارا عمل ہے۔ جیسے تم خود ہوگے ویسے ہی حاکم تمہارے اوپر مسلط کیئے جائیں گے۔ اس تفسیر کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ زمین اللہ کی ہے وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر جنت کی زمین کی ہے۔ (یعنی جنت کی زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے) اور یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں، مطلب یہ ہے کہ دونوں قسم کی تفسیریں صحیح ہیں کیونکہ دونوں طرح کی تفسیریں قواعد شرعیہ کے خلاف نہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد قابل اور صالح ہوگی تو خود بخود زمین کی وارث ہو جائے گی اور نا قابل ہوگی تو باپ دادا کے ترکے کو بھی برباد کر دے گی۔ پھر اولاد کے لئے دنیا میں انہماک اور اس قدر فکر کیوں؟

دنیا کی ابتدا اور انجام

عزیز من! کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کئے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے جاتا ہے۔ گویا زبانِ حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان کی اس نے حرص کی تھی اس سے خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ نصیحت کے لئے موت بہت کافی ہے۔ عبرت حاصل کرنے کو موت بس ہے۔

عبدیت کی ترغیب

بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور تشکر ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیئے ہوں۔ میں نے ہر دروازے سے اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچنا چاہا، مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا۔ تو میں ذلت و انکسار کے دروازے سے پہنچا۔ اس کو میں نے خالی پایا اور اسے سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پالیا۔ دوسرے طالب ابھی تک دروازوں ہی پر کھڑے تھے، کسی کو دربارِ الٰہی تک رسائی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل و عطا سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

(اللہ اکبر۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عطاؤں کا لامحدود نزول حضور رضی اللہ عنہ پر ہوا جو کسی پر نہ ہوا)

حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضؓ سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ

مجھ سے کرمِ خداوندی کے قاصد نے وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں، محبت کرنے والوں، اور مجھ سے، میری اولاد سے، میرے خلفاء سے تعلق رکھنے والوں کی دستگیری کرے گا خواہ زمین کے مشرقی حصوں میں ہوں یا مغربی حصوں میں دفنت ہوں، یا قیامت تک ہونے والے ہوں، نذا بیرا دسائل، کے منقطع ہونے تک، روحانی معاہدہ اسی طرح ہو چکا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔

لہ یعنی جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے کرمِ خداوندی مجھے چاہنے والوں اور میری اولاد اور خلفاء کو چاہنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کی دستگیری کرے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسروں سے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ کیوں کر ہوتا ہے

انبیاء اور مرسلین کے سوا کسی اور مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ نہیں ہو سکتا۔ اولیاء اللہ اور محبوبان الٰہی کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا وعدہ (تین طریقوں سے) منکشف ہوتا ہے۔ ایک نیند کی حالت میں بذریعہ خواب دوسرے بہ واسطہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ ہذا النبی الکریم افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔ اور حضورؐ کے واسطے سے وعدہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ یا تو آپؐ خواب میں کسی کو بشارت دیں یا کوئی بیداری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اور اس وقت آپ کوئی بشارت دیں۔ اور تیسرے الہام صحیح کے ذریعہ سے جو شریعت احمدیہ کے ظاہر سے کسی حال میں بھی اصلاً (ہرگز) خلاف نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور انبیاء و مرسلین سے بذریعہ وحی کے مکالمہ ہوتا ہے یا پردے کے پیچھے سے۔

حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عربی نظم کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

"اللہ تعالیٰ کی عطائیں ختم نہیں ہو سکتیں اور رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مثل بارش کے ہے۔ اسرار کے خزانے حضور صلعم کے دوستوں کے لیے ہیں، اور حکمت کے اہل تو سبھی آدمی ہیں۔ کبھی تیز چلنے والا لنگڑانے لگتا ہے اور دوسروں کا منہ تکنے والا لنگڑا آگے بڑھ جاتا ہے۔"

(اس لیے اگر کسی معمولی آدمی کو کوئی خاص نعمت حاصل ہو جائے تو تعجب نہ کرنا چاہیے)

(دعا) اے اللہ! مجھے حکمت و فہم اور معرفت و علم میں ترقی دے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اپنا محبوب، اپنا مقرب، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا بنا دے (آمین)، بیشک تو جو چاہے کر سکتا ہے اور جو چاہے حکم دے سکتا ہے اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

نعمت کی قدر کرو اور نیک بندوں سے تعلق رکھو

بزرگو! کھانے، پینے، پہننے اور امن و عافیت اور دین وغیرہ سب نعمتوں کی تعظیم (اور قدر) کرو، تمہارے پاس ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں رہیں گی۔ نیک بندوں کی توجہات کے ذریعہ اپنے یقین کو کامل کرو، کیونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ان پر برستی اور اللہ پاک کی مدد کے بادل ان پر سایہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی مدد سے ان کو اپنے تک پہنچنے کا رستہ بتلا دیا ہے اپنا مقرب بنایا۔ اپنی معرفت دی، تو انہوں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اللہ تعالےٰ نے ان کے سینوں کو ایمان کے لئے کھولدیا اور ان کو تمام انسانوں کا سردار بنایا۔ اللہ کو ان سے محبت ہے۔ ان کو اللہ سے محبت ہے، اللہ تعالےٰ ان سے راضی وہ اللہ تعالےٰ سے راضی، یہی ہے بڑی کامیابی۔ اللہ پر توکل کے ستونوں کی بنیاد میں مضبوط کرو، اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالےٰ کے لئے خاص ہوں، نفس اور شیطان سے بچتے رہو اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو۔ کیونکہ جس نے اللہ تعالےٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ کمر کس لی اور اللہ تعالےٰ کا قصد کر کے ہمت کی سواریوں پر سوار ہو گیا وہ ناکام نہیں ہوتا۔

آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ خصلتیں پیدا ہوتی ہیں

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے اس میں اللہ تعالےٰ نے آٹھ خصلتیں زیادہ کرے گا (یعنی جو شخص بیان کئے ہوئے آٹھ قسم کے شخصوں میں سے جس قسم

کے شخص کی صحبت میں رہے گا اس میں وہ خصلت پیدا ہو جائے گی، جو حکام کے پاس بیٹھے گا، اللہ تعالٰے اس میں تکبّر اور سنگدلی بڑھا دے گا، جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص، جو فقراء کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا۔ جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو و لعب (کھیل کود) کا شوق۔ اور جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دے گا۔ اور جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دے گا۔ اور جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ کی رغبت اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دے گا۔

نوٹ: کتاب البنیان المشید میں عنوان میں آٹھ آدمی لکھے ہیں اور مضمون کے شروع میں بھی آٹھ لکھے ہیں مگر ہوتے ہیں کل سات۔ پھر دوسرے پیراگراف میں غافل اور بیوقوف کا ذکر ہے۔ تو یہ دو اور شامل کر لئے جائیں تو نو ہو جاتے ہیں۔ پھر مترجم کا ایک نوٹ ہے جس میں لکھا ہے: افسوس اس مقام سے کچھ عبارت اصل کتاب میں حذف ہو گئی ہے۔ نہ معلوم یہ مضمون اور کتنا باقی رہ گیا۔

(بنیان المشید حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی اصلی عربی کتاب البرہان المؤید کا اردو ترجمہ ہے)

نیز وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت۔ دین و دنیا و آخرت کی ترقی کا سبب ہے اور بیوقوف کی صحبت سے دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔

بزرگو! تین شخصوں کے لئے شفاعت ہے۔ (یعنی ان کو دوسروں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا، عالم اور خادم[1] اور صبر کرنے والے فقیر کو

---

[1] غالباً خادم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدمت خلق کا بہت خیال ہو، خواہ جان سے یا مال سے یا بات سے

نصائح مختلفہ

بزرگو! غیب سے جو کچھ آئے اور آسمان سے جو حادثہ کبھی نازل ہو، اس کو خوشی اور فراخدلی سے قبول کرلو۔ اللہ تعالےٰ سے ہر حال میں خوش رہو۔ اور تم سے جہاں تک ہوسکے مخلوق خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالےٰ آخرت میں اس کی ستّر حاجتیں پوری فرمائے گا۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا مالدار آدمی محتاج ہوگیا ہو تو اس پر رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالےٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کردیتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطرداری اور ان کا اکرام کرو۔ کیونکہ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت یہی تھی۔

موت کے اقسام

حضرت شیخ آقائے من سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ اپنے وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں: صاحبو! موت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس محسوسات، اور صورتوں پر التفات کرنا چھوڑ دے۔ عالم ملکوت کی طرف نظر رکھے، پھر اللہ تعالےٰ کے راستے میں چلنا شروع کرے اور اس کی طرف رجوع کرکے عہد کو پورا کرے اس کی ربوبیت (اور خالق ہونے کا) اقرار کرے اور اس کے حقوق کو بجالانے میں لگا رہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے جدا ہوجائے اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوجائے جب یہ باتیں حاصل ہوجائیں گی اس وقت اللہ سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف رجوع صحیح ہوگا۔ اور جو اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع ہوجائے اللہ تعالےٰ اس کو راضی کردے گا اور اس سے راضی ہوجائے گا۔ انہی کے بارے میں ارشاد ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ (ترجمہ) اے اطمینان والی جان! اپنے پروردگار

کی طرف واپس ہو جا اس حالت میں کہ تو خود بھی راضی ہے اور خدا بھی تجھ سے راضی ہے، جو شخص دنیا میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گا وہ آخرت میں بھی اور مرنے کے وقت بھی خوشی سے اللہ کی طرف جائے گا۔ زبردستی نہ جائے گا، کیونکہ موت دو قسم کی ہے، ایک طبعی موت، وہ تو یہ ہے کہ جان کو زبردستی بدن سے نکالا جائے، کیونکہ وہ اس کی (بدن کی) محبت وعشق میں الجھی ہوئی ہے اور جسم ہی سے مانوس ہے۔ یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جا سکتی ہے تو لامحالہ اس کے نکالنے میں سخت اوزاروں، کانٹوں وغیرہ سے کام لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جسم سے اس کا جوڑ پیوند الگ ہو جائے اور علاقہ بالکل منقطع ہو جائے۔ یہ تو طبعی موت ہے، اور ایک موت ارادی ہے وہ یہ ہے کہ نفس بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے اس کی (جسم کی) محبت وعشق اور اس کے کاموں میں مستغرق (ومنہمک) ہونے سے الگ ہو جائے۔ بدن سے آخرت کے فائدے کا کام لے۔ یہ موت ارادی ہے۔ جس کو یہ موت حاصل ہو گئی وہ اس کے بعد کبھی نہیں مرتا کیونکہ موت کا اندیشہ اور اس کی تکلیف اتنی ہی ہوتی ہے جتنی نفس کے محبوب ہوں۔ موت کا عذاب اسی مقدار سے ہوتا ہے جتنا نفس کو شہوات سے تعلق ہو اور لذات کی طرف میلان اور عشق ہو، جس کے ذریعہ وہ اپنے مرغوبات حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور دنیوی مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ اگر تکلیف کا سبب پہلے ہی مٹ جائے اور زائل ہو جائے (یعنی کہ نفس کی خواہشوں کو موت سے پہلے ہی مار دیا جائے) تو تکلیف بھی مٹ جائے گی اور زائل ہو جائے گی اور موت کے وقت اس کا کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہو گا، جب تکلیف کچھ نہ ہو گی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہو گا، جب اندیشہ نہ ہو گا تو چین ہی چین ہے۔ پھر تو خوش خبری سننا اور بشارت ہی بشارت ہے۔ اور جب بشارت ہی بشارت ہو گی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہو گا، اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (ترجمہ)

بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ کوئی غم۔

اور جو اللہ تعالےٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالےٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے پس یہ شخص جہاں جارہا ہے اس کا پہلے ہی سے، مشاہدہ کرچکا۔ اور جس نے اس چیز کا مشاہدہ کرلیا جو اس کے لئے تیار کی گئی ہے وہ شہید ہے۔ اور شہید مرتا نہیں۔ اس کی موت بھی حیات ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے نزدیک۔

مجاہدۂ نفس کی شہادت جہادِ کفار کی شہادت سے افضل ہے

اور جو شہادت نفس کے مجاہدے اور اس کی لذتوں اور خواہشوں کے مارنے سے حاصل ہو، وہ شہادت اللہ سبحانہٗ تعالےٰ کے نزدیک رتبہ میں اس شہادت سے بڑھ کر ہے جو کفار سے لڑنے اور تلواروں کے توڑنے سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ (ترجمہ) اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے (چھوٹا جہاد تو کفار کو مارنا تھا اور بڑا جہاد نفس کو مارنا ہے۔ یعنی نفسانی لذتوں اور خواہشوں کو مٹا دینا ہے) اور ارشاد گرامی ہے۔ وہ جہاد تو خطرے سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں بہت کم لوگوں کی نیت اللہ کے واسطے سالم ہوتی ہے (کیونکہ بعض لوگ اپنی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرنے اور ناموری و شہرت حاصل کرنے کے لئے میدان میں اترتے ہیں اور ناموری اور شہرت اور شجاعت دکھانے کا خیال بھی آجائے تو شہادت نہیں ہوتی) اس میں تو شہادت حاصل ہونے کا گمان ہی ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔ اور یہ شخص جس کو ارادی موت حاصل ہے جب اس درجہ پر پہنچ گیا اس کی شہادت یقینی ہے۔ ارادی موت ثواب ہی ثواب ہے۔

اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے۔ جس کو ارادی موت حاصل ہے وہ موت سے پہلے جاگ جاتا ہے اور جو جاگ گیا وہ بلاشبہ دوسرے عالم کو دیکھ لیتا ہے اور جس کی آنکھیں کھل گئیں وہ یوں کہتا ہے اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو بھی میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ (کیونکہ موت آنے سے پہلے ہی وہ مرچکا ہے اور اس کا یقین بھی کمال کی آخری حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور موت کا پردہ اٹھ چکا ہے پھر طبعی موت آنے سے اس کے یقین میں کیا اضافہ ہو سکتا ہے)

پس اللہ سبحانہٗ تعالےٰ سے یقین طلب کرو اور اپنے نفسوں کو مار کر اور دلوں کو زندہ کرکے، تاکہ فردوس اکبر (جنت الفردوس کا بلند مقام) اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

ان دعاؤں میں سے ایک دعا کا اردو ترجمہ جو حضرت ابوالعباس شیخ الاتقیا سیدنا سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظوں کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

"اے اللہ! اے وہ (قادر مطلق) جس نے اپنی محبت کو عاشقوں کے رگ رگ میں پیوست کر دیا اور شک (وشبہ) کے زور کو حسنِ یقین سے دبا دیا۔ اے اللہ! ہم کو صدیقوں کے دفتر میں درج فرما دے، اور بڑے درجے والے رسولوں کے راستہ پر ہم کو چلاتا رہ۔ یہاں تک کہ ہم اپنے دلوں کو تیرے اُنس کی لطافتوں سے درست کرلیں اور تیرے ہی ہم نشینی کے تختوں سے (سرفراز ہو کر) بڑی بڑی غنیمتوں پر کامیاب ہو جائیں۔

اے اللہ! ہم کو بڑے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کا لباس پہنا دے اور تمام بدعتوں اور خطرناک گمراہیوں سے پناہ دے۔ ہم تیرے آگے سچی احتیاج اور معذرت ظاہر کرکے گناہوں سے استغفار (توبہ) کرتے ہوئے ان سے

دور رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اے اللہ تو نے ہم کو مانگنے کا حکم دیا تو ہمارے دل احتیاج (حاجت مندی) ظاہر کرتے ہوئے فوراً تیرے پاس پہنچ گئے اور باطنی آنکھیں تیرے غلبۂ قدرت کو دیکھنے لگیں۔ اے اللہ! ہم کو باطنی فتنوں کے بوجھ سے بچا اور ہم کو ان نیک بندوں کے راستوں پر چلا جو بڑی ہمت والے ہیں۔ وَصلی علےٰ محمد وعلےٰ آلِ محمد الاطہار وسلم۔ (از بنیان المشید ؒ)

ؒ بنیان المشید حضرت سردار الاولیاء سید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہ العزیز کی عربی کتاب البرھان المؤید کا اردو ترجمہ ہے جو جناب فاضل الجلیل والمکمل مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب دام ظلہٗ نے کیا۔

کرامات

حضرت جامع الانوار، غوث المکرم و معظم سیدنا الشیخ ابو احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہٗ العزیز و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ سے بے حساب اور لاتعداد خوارق عادات و کرامات ظاہر ہوئیں جو مشہور و معروف ہیں۔ ان میں سے چند کا بیان ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

(ماخوذ از کتاب جواہر الاسرار اللہ۔ مصنفہ شاہ علی جی گام دھنی رضی اللہ عنہ)

• • •

شیخ یعقوب بن کرار فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں ام عبیدہ کی مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا۔ شیخ علی بھی میرے پاس کھڑے تھے۔ ہم دونوں پختگی ارادہ اور ہمت کی بحث کر رہے تھے کہ شیخ احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ آپ کا ابتدائی زمانہ تھا میں آپ کے قریب گیا اور کہا۔ یا شیخ (رضی اللہ عنہ) آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ میں نے نیت کی ہے کہ کعبۃ اللہ شریف تنہا جاؤں، میں نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی آپ اپنے ہمراہ لے چلیئے، آپ نے فرمایا۔ مرحبا۔ (آپ میں نہایت درجہ لحاظ اور شرم تھی اس لئے انکار نہ کر سکے) شیخ یعقوب فرماتے ہیں، میں آپ کے پیچھے چلتا رہا، چالیس یا پچاس قدم چلے ہوں گے کہ ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے، شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف نظر کی اور فرمایا۔ ھٰذا مکر وھٰذا لعب یشتغل بہ الصغائر من البعدۃ۔ یہ تو دھوکا ہے۔ یہ کھیل ہے جو چھوٹوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے، تاکہ

وہ اس میں مشغول ہو جائیں اور مقامِ قرب سے دوری میں پڑ جائیں۔ (یعنی جس نے ابھی ابھی قرب خدا حاصل کیا ہے اور وہ کرامتوں کے ظاہر کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا تو وہ قربتِ خدا تعالیٰ سے دور کر دیا جاتا ہے) شیخ یعقوب ابن کرآر فرماتے ہیں۔ شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبۃ اللہ شریف کی زیارت و طواف وغیرہ کر کے فوراً واپس لوٹے اور دوڑتے ہوئے نیز استغفار کرتے ہوئے اپنے مکان خانقاہِ ام عبیدہ میں پہنچے۔ روتے جاتے تھے اور یہ دعا التجا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ یا الٰھی من اراد ذاتک والذاتک مَا نَفَعَ لھذا الخارق

وَمَا یَفْعَل الکونین وما فی ھما وان یفعل المحبوب

مع مُحِبّیہ مکرراً نعمن الاعانہ فانت کن لی

یا حبیبی انت معشوقی ومقصودی ط

(ترجمہ) اے اللہ! اے میرے معبود! تیری ذات کا واسطہ، یہ تیرا ارادہ کیا ہے، اس خرق عادت (کرامت) سے اور تمام کونین بھی مسخر ہو جائے، کیا محبوب اپنے حبیب کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے، تو اے اللہ، تو ہی میرا معین و مددگار بن جا۔ بس تو ہی میرا معشوق و مقصود ہے۔ یعنی تمام کونین بھی مسخر ہو جائے تو مجھے کیا حاصل، میرا مقصود تو تو ہی ہے۔ آپ اس طرح رو رو کر التجا اور دعا کرتے تھے۔

حضرت شیخ تقی الدین علی بن مبارک واسطی سے روایت ہے کہ ایک روز سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ نہر شط کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے احباب اور مرید آپ کے ساتھ تھے کہ آپ نے فرمایا، آج بھُنی ہوئی مچھلی کھانے کو جی چاہتا ہے۔ ابھی آپ

کا جملہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ قسم قسم کی مچھلیاں پانی کی سطح پر تیر آئیں اور ان میں سے کتنی کود کر کنارے پر آ پڑیں۔ شیخ احمد رفاعی فرمانے لگے، یہ مچھلیاں زبان حال سے کہہ رہی ہیں کہ ہم میں سے کچھ آپ نوش فرمائیں۔ پھر آپ کے ہمراہی فقیروں اور مریدوں نے ان مچھلیوں میں سے بہت سی مچھلیاں پکڑ لیں اور بھون کر آپ کے آگے بڑا سا دستر خوان بچھا دیا۔ جب سب کے سب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے حضرت شیخ احمد کبیر الرفاعی سے نہایت ادب سے دریافت کیا کہ مرد کامل کی صفت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، جمیع خلائق میں اس کو تصرّف عام دیا جائے۔ پھر اس شخص نے سوال کیا۔ اس کی علامت کیا ہے۔ شیخ سید احمد کبیر الرفاعی نے جواب میں فرمایا، یہ جو باقی مچھلیاں (یعنی مچھلیوں کے کانٹے) پڑے ہیں، ان کو اگر وہ مرد کامل حکم دے کہ اٹھ جاؤ اور تیرنے لگ جاؤ تو امر الٰہی سے تیرنے لگ جاتیں۔ ابھی یہ جملہ تمام بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ باقی مچھلیاں (یعنی مچھلیوں کے کانٹے) اپنی اصلی حالت میں آ گئے (یعنی ان کے جسم جیسے تھے ویسے ہو گئے اور وہ زندہ ہو گئیں) اور پانی میں چلی گئیں۔ (گویا آپ کے اشارے میں زندگی ہے)

پھر راوی یعنی شیخ تقی الدین علی بن مبارک واسطی بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن علی جو شیخ سید احمد کبیر رفاعی کے بھانجے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے ماموں صاحب کے خلوت کدے کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت سید احمد کبیر الرفاعی خلوت کدے میں تشریف فرما تھے اور اندر آپ کے سوا اور کوئی نہ تھا، ناگاہ خلوت کدے سے بات چیت کرنے کی آواز آئی اور میں نے جھانک کر دیکھا تو کوئی شخص آپ سے گفتگو کر رہا تھا۔ جس کو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص نے قبلہ ماموں صاحب سے بہت دیر تک باتیں کیں۔ پھر وہ شخص ایک سوراخ سے باہر آیا اور ہوا میں بجلی کی سی تیز

رفتاری سے پرواز کرتا ہوا میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ میں اپنے ماموں صاحب قبلہ کے پاس خلوت کدے میں گیا اور ان سے مؤدبانہ دریافت کیا۔ کہ وہ مردِ خدا کون تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے اس کو دیکھا۔ میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ جو بحر محیط کے نگراں چار خواص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔ (بحر محیط وہ سمندر ہے جس نے تمام زمین اور سات دریاؤں کو گھیر رکھا ہے) مگر آپ نے فرمایا، تین روز ہوئے اس کا حال (مقام) سلب ہو چکا ہے، مگر اس کو پتہ نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ حال سلب ہونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ کہ تین دن ہوئے جزیرۂ بحر محیط میں اس قدر بارش ہوئی کہ جزیرے کی وادیوں میں ندیاں بہنے لگیں اور چاروں طرف پانی ہی پانی ہوگیا۔ اس وقت ان کے دل میں خیال آیا کہ کاش یہ بارش زراعت والے دیہاتوں میں ہوتی۔ مگر فوراً اس اعتراض سے توبہ واستغفار کی۔ بس وحدہٗ لاشریک کی قدرت میں اعتراض کا خیال پیدا ہوا اسی سبب سے ان کا حال سلب ہوگیا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے انہیں اس بات کی خبر کر دی؟ آپ نے ارشاد فرمایا، نہیں مجھے اس بات کے کہنے میں شرم آئی اور مجھے یہ خیال آیا کہ وہ میرے سامنے شرمندہ ہوگا اور مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ میرے سامنے شرمندہ ہو۔ اس لئے اس کو اس کے قصور سے آگاہ نہ کیا، کاش اس پر اللہ عزوجل کی بخشش ہو۔ شیخ ابوالحسن علی فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کو خبر کر دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا آنکھیں بند کر لو، میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند ساعت بعد پھر میں نے آپ کی آواز سنی۔ آپ فرما رہے تھے، علی اپنی آنکھیں کھولو۔ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرے میں پایا۔ میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اور اس جزیرے کی سیر میں مشغول ہوگیا ابھی چند قدم چلا تھا کہ مجھے وہی شخص ملے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور پورا واقعہ تفصیل سے ان کے گوش گذار کیا۔ انہوں نے یہ پورا واقعہ سن کر مجھے قسم دے کر کہا۔ خداوند تعالیٰ کے لئے

میں جو کام بتلاؤں وہ کر دیجیے۔ اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے۔ دیکھو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلو۔ ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا۔ میری چادر میری گردن میں مضبوط باندھو اور مجھے زمین پر گھسیٹو، اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو اللہ تعالےٰ کی قدرت اور مصلحت میں دخل دیتا اور بدگمانی کرتا ہے۔

پس میں حکم بجا لایا اور چادر ان کی گردن میں ڈالی اور چاہتا تھا کہ انہیں کھینچ کر زمین پر گراؤں اور ان کے حکم کے بموجب انہیں زمین پر گھسیٹوں۔ یہ ہمت میں نے اپنے دل پر نہایت زور دے کر کی تھی کہ ایک غیبی آواز جو نہایت بارعب تھی میں نے سُنی کہ اے ابوالحسن علی! انہیں چھوڑ دو، زمین اور آسمان کے فرشتے گریہ وزاری کر رہے ہیں اور انہیں معاف کر دینے کو اللہ تعالےٰ سے التجا کر رہے ہیں لہذا سب سے زیادہ رحم کرنے والا رب ان سے راضی ہو گیا ہے اور ان کی خطار معاف فرما دی گئی ہے۔ میں اس غیبی آواز کی ہیبت سے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ اپنے ماموں صاحب کے روبرو خلوت کدے میں ہوں۔

"ما العشق" عشق کیا چیز ہے

کتاب گلدستہ کرامات میں تحریر ہے کہ ایک روز ایک شخص حضرت غوث اعظم سیدنا و مولانا میراں محی الدین شیخ عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت فیض اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت غوث اعظم دستگیر، ما العشق، عشق کیا چیز ہے؟ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، جاؤ تمہارے اس سوال کا جواب تم کو سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ سے ملے گا۔ وہ شخص حضرت سلطان الاولیار برہان الاتقیار الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت عالی میں پہنچا۔ اور مودبانہ طریقے سے سوال کیا۔ ما العشق؛ عشق کیا ہے۔ جب آپ نے یہ سوال سماعت فرمایا ویسے ہی ایک آہِ جگر دوز سینۂ پُرسوز

سے نکلی اور ارشاد گرامی ہوا۔ العشق نار یحرق ما سوی اللہ تعالیٰ۔ عشق وہ آگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ جیسے ہی یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے، اول تو وہ درخت جس کے سایہ میں آپ تشریف فرما تھے جل اٹھا، اور ایک لمحہ بھی نہیں گذرا ہوگا کہ وہ درخت جل کر راکھ ہوگیا۔ اور اسی آگ میں خود حضرت سلطان الاولیاء سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ بھی جلنے لگے اور جسم مبارک آپ کا راکھ ہوگیا اور فوراً ہی وہ راکھ پانی بن گئی۔ وہ پانی جہاں آپ بیٹھے ہوئے تھے مانند برف کے جم گیا۔ اور یہ تمام تبدیلیاں بجلی کی سی تیزی سے چشم زدن میں ہوگئیں۔ وہ شخص یہ حال پُر ملال دیکھ کر لرزاں و ترساں دوڑتا ہوا بھاگتا حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت رنج و ملال کے ساتھ تمام کیفیت بیان کی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے امر فرمایا۔ تم اسی مقام پر واپس جاؤ جس جگہ جسم سید احمد کبیر الرفاعی کا گرمی عشق الٰہی سے جل کر خاکستر ہوگیا اور پھر فیوضات ربانی سے پانی بن کر برف کی مانند جم گیا ہے۔ اور اس مقام کو مشک و عود، عنبر و گلاب وغیرہ سے معطر کردو، اور اطراف اس برف کے خوشبویات کی دھونی پلاؤ۔ وہ شخص واپس اسی مقام پر پہنچا اور حسب حکم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعمیل کی۔ برف میں حرکت ہوئی اور ایک ساعت نہ گذری تھی کہ الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے اور مقام فنا فی الفنا سے بقا سے رجوع کیا۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خوشخبری پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جو اولیاء اللہ اس مقام فنا در فنا میں پہنچ جاتے ہیں تو پھر رجوع ہونا ان کا عالم عنصری میں ممکن نہیں۔ سوائے دو اولیاء اللہ کے کہ ایک ایام سلف میں گذرے ہیں اور دوسرے آپ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ ہیں۔

نقش تعویذ | جب کوئی حاجت مند آپ کی خدمت فیض میں حاضر ہو کر اپنی مراد پوری ہونے

کے لئے کوئی تعویذ مرحمت کرنے کی درخواست کرتا تو آپ اس کو نقش تعویذ لکھ دیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اس وقت قلم اور سیاہی موجود نہ ہوتی تو آپ اپنی انگشت شہادت سے ہی بغیر سیاہی کے تعویذ تحریر فرما دیا کرتے۔ ایک دفعہ کسی حاجت مند کو آپ نے بغیر سیاہی اور قلم کے اپنی انگلی ہی سے نقش لکھ دیا۔ اس کی مراد تو بر آئی مگر چند روز بعد اس کو خیال آیا کہ حضرت شیخ نے تو اپنی انگلی ہی سے مجھے تعویذ لکھ دیا تھا اور وہ کاغذ تو سادہ ہی ہے لہٰذا امتحان کی غرض سے وہی کاغذ لے کر آپ کے پاس خانقاہ رفاعیہ ام عبیدہ میں پہنچا۔ جب حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رضہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو عرض کی یا شیخ محترم مجھے ایک تعویذ لکھ دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی کاغذ کا ٹکڑا لاؤ تاکہ اس پر میں تم کو تعویذ لکھ دوں۔ اس شخص نے وہی کاغذ پیش کر دیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک میں وہ کاغذ لیا اور اس پر نظر کرتے ہوئے فرمایا۔ فرزند عزیز! اس کاغذ پر تو میرے ہی ہاتھ کا لکھا ہوا تعویذ موجود ہے اگر واقعی تم کو تعویذ چاہیئے تو سادہ کاغذ لے آؤ۔

اللہ اکبر! آپ میں کس قدر شفقت اور رحم دلی تھی کہ ایک آزمانے کے لئے آئے ہوئے شخص پر بھی ناراض نہیں ہوئے بلکہ اس سے بہت ہی محبت اور نوازش سے پیش آئے۔ اور نہایت ہی پیار سے جواب مرحمت فرمایا۔

نجات کا رقعہ

آپ کے چند مرید ایک صحرا میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تجھ کو تو حضرت ابو العلمین سلطان الرفاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے ہوئے ایک عرصہ دراز گزر گیا، تجھے اس خدمت سے کیا حاصل ہوا۔ وہ پہلے تو کچھ پریشان ہوا پھر آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر کہنے لگا: اے اللہ، اے میرے پروردگار! میں ایک زمانے سے تیرے ایک برگزیدہ بندے کی خدمت کر رہا ہوں اور اسی تیرے نہایت پیارے اور عزیز بندے کے وسیلے سے، میں تجھ سے اپنی نجات کا پروانہ ثبوت

کے ساتھ مانگتا ہوں۔ مجھے تیرے اس بندے سے جس سے تو راضی ہے وہ تجھ سے راضی ہے بے حد عقیدت ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ تو اس کو شرمندہ نہیں کرے گا۔ آپ کا وہ مرید ابھی یہ جملہ ختم ہی کرنے پایا تھا کہ آسمان سے ایک نہایت سفید براق کاغذ اس کی گود میں آپڑا۔ سب نے اس کاغذ کو دیکھا۔ اس کاغذ پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔ مشورہ یہ ٹھہرا کہ حضرت سید العارفین سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کے پاس کاغذ کو لے چلیں اور آپ کی جناب میں پیش کردیں۔

جب وہ کاغذ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کاغذ کو لے لیا اور فوراً سجدے میں سر رکھدیا۔ سجدہ شکر سے فارغ ہو کر آپ نے ان لوگوں سے ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ حمداً کثیراً۔ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) اور ارشاد گرامی ہوا۔ قدرت کے ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھتے، اے میرے عزیزو! اس رقعہ میں نورانی کتابت سے تحریر ہے کہ تم سب کو اور علاوہ تمہارے، میرے تمام مریدوں کو اللہ عزّوجل نے اپنی بخشش کاملہ سے جہنم سے نجات بخشی۔ بیشک اللہ تبارک تعالےٰ اپنے بندوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ مگر آگاہ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کو خبردار کرتے رہو نیک عمل اختیار کرنے کے لئے اور شریعت محمدی پر چلنے کے لئے "تاکہ تمہاری وجہ سے دربار الٰہی میں مجھے شرمندگی نہ ہو، جب رب العالمین نے مجھے تمہارے آگے شرمندہ نہ کیا تو تم بھی مجھے اس کے روبرو شرمندہ نہ کرنا۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (اقبال)

ذوقِ یقین اور مردِ مومن

الشیخ الواصل ابی الفتح النخائم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شامی دمشق سے اس ذوق و شوق سے نکلا کہ وہ کسی مردِ خدا کا دامن پکڑ کر اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دے۔ وہ تلاش اور جستجو میں عراق پہنچا کیونکہ اس زمانے میں عراق اولیاء اللہ کا گہوارہ مشہور تھا۔ مطلب اولیاء اللہ کا مسکن تھا۔ شہر بغداد میں وہ حضرت شیخ عادی ابن مسافر الاموی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کمال انکساری سے عرض کی کہ یا سیّدی مجھے اپنے گناہوں سے توبہ کروا کر اپنے حلقہ مریدی میں شامل فرمالیں۔ حضرت عدی نے اس شخص کے چہرے کو بغور دیکھنے کے بعد فرمایا۔ میاں تمہاری پیشانی پر "ھٰذا شقی" یعنی یہ بدبخت ہے، تحریر ہے۔ لہٰذا معاف کرنا میں تم کو اپنے زمرے میں شامل نہیں کر سکتا۔ تم کسی اور بزرگ کی خدمت میں جاؤ۔

آپ جیسے جلیل القدر بزرگ سے یہ بات سن کر وہ بیچارہ بہت رنجیدہ ہوا۔ پھر وہ شیخ علی ابن ہیتی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ بعد سلام و دست بوسی کے عرض مدعا کیا۔ آپ نے بھی اس کی پیشانی پر بدبخت لکھا ہوا دیکھا۔ لہٰذا آپ نے بھی اس سے اپنا دامن چھڑا لیا۔ اور اس کو معذرت کے ساتھ روانہ کیا۔

اسی طرح وہ کئی مشائخ و بزرگان دین اور اولیاء کی خدمت میں گیا اور ہر جگہ سے نامراد لوٹا۔ آخر وہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث محی الدین عبدالقادر الجیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت غوث اعظم نے بھی اس کی پیشانی پر لکھا ہوا پڑھ لیا اور نہایت شفقت سے فرمایا، ہم تم کو اپنے حلقہ مریدی میں داخل نہیں کر سکتے، کیونکہ قدرت کے ہاتھوں نے تمہاری پیشانی پر "بدبخت" لکھ دیا ہے۔ ہاں اگر تم کو ذوق اور یقین

ہے تو ام عبیدہ شیخ احمد رفاعی کے پاس جاؤ ممکن ہے وہ تم کو اپنے حلقۂ مریدی میں لے لیں۔ وہ شخص آپ یعنی غوث اعظم کی خدمت میں چند روز رہ کر پورے ذوق اور یقین محکم کے ساتھ ام عبیدہ کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ ام عبیدہ پہنچا، حضرت الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ درس و تدریس میں مشغول تھے۔ فارغ ہونے پر آپ نے اس کی طرف نظر کی اور آپ کی نظریں اس کی پیشانی پر جم گئیں۔ اور وہ شخص خجالت سے پانی پانی ہو گیا۔ اور عرض مدعا بھی نہ کر سکا۔ بعد چند لمحات کے آپ نے گفتگو کا آغاز کیا اور ارشاد فرمایا اے خوش نصیب شخص کیا تو ہمارے گروہ مریدی میں شامل ہونے کی غرض سے آیا ہے۔ وہ شخص جو بہت سے دروازوں سے ٹھوکریں کھا کر ایک ہادی کی ہدایت سے اس دروازۂ رحمت اور کرامت پر پہنچا تھا فرطِ مسرت سے بے تاب ہو کر روتے ہوئے آپؓ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ آپ نے اسے نہایت شفقت سے اپنے سینہ سے لگا لیا، اور مرید بنا کر گروہ احمدیہ الرفاعیہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے پاس مقام ام عبیدہ میں رکھا، پھر اس کو ذکر و اذکار کرنے کے ارفع طریقوں کے سبق دیئے اور ریاضتوں سے معرفت کے درجوں تک پہنچا دیا۔ وہ شخص ایک بار پھر حضرت عادی ابن مسافر رضی اللہ عنہ اور حضرت غوث الاعظم شیخ سیدنا عبدالقادر الجیلانی کی خدمت میں گیا۔ دونوں بزرگوں نے کہا کہ یہ شخص سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے فیض عام اور برکات سے شقی سے بدل کر سعید ہو گیا۔ (بد بخت کے بدلے خوش نصیب) اور سعادت حاصل کی۔ (از کتاب انوار الاحمدیہ)

تقبیل ید المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الامام العارفین الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سرور کائنات (احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ روحی فدا) صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا اور اس واقعہ نے

آپ کو تمام اولیاء میں ممتاز کر دیا

دست بوسی کی کرامت پر کچھ تبصرہ

البنیان المشید اور دیگر کتابوں میں الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامات کے ضمن میں اس عظیم الشان واقعہ کا بھی ذکر ہے۔ آپ کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے بھی اس کو کرامت ہی کے باب میں لکھا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص انعام الٰہی اور اکرام خداوندی ہے جو صرف آپ ہی کا حصہ تھا، عام طور پر کرامت اگر اولیاء اللہ کو تمام مومنین سے ممتاز کرتی ہے تو یہ وہ خاص الخاص کرامت ہے جو آپ کو تمام اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہے، چنانچہ تمام علمائے کرام و صوفیائے عظام و مشائخ باصفا کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد یہ فضیلت یعنی تقبیل ید المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی) کا شرف کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عز اسمہٗ وجل شانہٗ کو اپنے پیارے حبیبؐ لبیب (ہماری جانیں قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر) کے دستِ ضو فشاں و معجز نما سے اپنے خاص بندے یعنی حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو ایک بے مثال نعمت و سعادت سے سرفراز فرما کر ان کی عظمت و مرتبت پر حجت و برہان قائم فرمانا تھا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق آپ کا تمام اولیاء اللہ کا سردار منتخب ہونا عیاں و ظاہر ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ سے اپنے بندوں پر یہ واضح اور ظاہر کر دینا مقصود الٰہی تھا کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حیاۃ النبی ہیں۔ تب ہی تو وہ دست معجز نما جو معطر نورانی پردوں میں مخفی ہو گیا تھا اور تقریباً ساڑھے پانچ سو برس کا زمانہ گذر چکا تھا۔ الشیخ امام الاولیا سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو نعمت

اور سعادت سے نوازنے کو مزار اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلوہ افروز ہوا اور عیاناً ظاہر ہوا۔ اور الشیخ شیخنا سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب واحترام سے اس دست روشن ومعطر المعطر کا بوسہ لیا اور دیگر زائرین اور عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دست اطہر الاطہر کی زیارت اور دیدار سے مشرف ہوئے، اس سے قطعیت کے ساتھ یہ ثابت ہو گیا کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار منور پاک واقدس میں الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی کی آواز سنی اور نہ صرف یہ کہ سماعت فرمائی بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرمایا۔

لہٰذا اس واقعہ سے ہمارا الیقین دوبالا ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آوازیں اور جو پوری عقیدت اور محبت واحترام اور باادب طریقے سے ہم دُرود وسلام حضورؐ پر بھیجتے ہیں ان سب کو حضور صلعم ضرور سماعت فرماتے ہیں اور تحفۂ درود وسلام قبول فرماتے ہیں۔ جب آپؐ ہماری آوازیں سماعت فرماتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم یا رسول اللہ، یا، یا محمدؐ کہہ کر آپؐ کو نہ پکاریں۔

احقر رضی الدین رفاعی

مزید تفصیلات

بابت دست بوسی دست پُر ضیا فخر موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے زیادہ اعلےٰ عطیہ الہٰی اور سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ رضی اللہ عنہ کی دست بوسی دستِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس مبارک واقعہ کو اس کثرت سے اور تواتر سے علماء و فضلاء اور صوفیاء عظام نے بیان کیا ہے کہ اس کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اسی ضمن میں امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ منقبت مبارک، مسلمانوں کے درمیان درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اور روایت صحیحہ و اسانید عالیہ سے انکار کرنا گویا ایک گونہ نفاق ہے۔

لہٰذا امام جلیل ضیاء الدین احمد وتری نے اپنی کتاب مناقب الصالحین میں اس واقعہ پر روشنی ڈالی ہے۔ علاوہ ازیں تاریخ امام یافعیؒ، تاریخ تریاق، سواد العینین الامام رافعی، وانتضاح فی ذکر الصلاح، وتریاق المحبین ونزہت المجالس وغیرہ کتابوں میں مفصل طور پر مذکور ہیں۔ چنانچہ عمر ابی الفرج الفاردسی سے منقول ہے کہ ایک روز لب دریائے واسط مع چند اولیاء اللہ و خلفاء اور مریدوں کے حضرت سردار الاولیاء غوث المکرم قطب المعظم سیدنا الشیخ احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف فرما تھے کہ یکایک آپ نے نعرہ لگایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یوں الہام ہوتا ہے کہ اے احمد! تیرے جدامجد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جا، وہاں تیرے لئے ایک نعمت پُر سعادت لازوال امانت ہے جو سرورِ کونین حبیب

رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پُر شفقت سے تجھکو عطا ہوگی، لہٰذا میں زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم سب صاحبوں کا کیا قصد ہے؟ تب سید عبدالرزاق الحسینی نے مؤدب کھڑے ہوکر عرض کیا، جو کچھ کہ ارشاد عالی ہو ہم بسر و چشم حاضر ہیں۔ چنانچہ وہاں سے آپؒ بمع جماعت ام عبیدہ کو تشریف لائے، اور اسباب سفر تیار کرکے مع جماعت کثیر عازم حجاز ہوئے۔ مصنف مذکور نے لکھا ہے۔ اور دیگر مستند کتابوں میں بھی تحریر ہے کہ وہ سال ۵۵۵ھ تھا۔ اس سال بہت زیادہ تعداد میں مدینہ منورہ، ملک شام، عراق، یمن، ترکستان، مصر اور بلاد عجم و ایران اور ہند وغیرہ سے لوگ حج اور زیارت بیت اللہ کو مکہ مکرمہ میں آئے ہوئے تھے۔

الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ بعد فارغ ہونے حج بیت اللہ کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اپنی سواری سے اتر گئے، اور پیادہ پا برہنہ وقار و عظمت کے ساتھ آہستہ اور قدم بقدم چلتے ہوئے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک تشریف فرما ہوئے اسوقت مدینہ منورہ میں عشاقانِ جمال محمدی کی تعداد نوے ہزار سے زیادہ تھی۔

حضرت ابوالعباس شیخ المشائخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ بعد نماز عصر حرم اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے۔ تمام زوار حرم مبارک کے اطراف و جوانب جمع تھے۔ حضرت سید الاولیا سلطان الاتقیا سید احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ نے مزار اطہر و منور (اللّٰھُمَّ صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد) کے قریب ہوکر نہایت عجز و انکسار و خاکساری سے تحفہ سلام ان لفظوں میں پیش کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدِّیْ (آپ پر سلام ہو اے میرے نانا) جواب میں مزار

مقدس نبوی (بے انتہا درود و سلام آپؐ پر) سے اسی وقت از روئے انعام و مرحمت ارشاد ہوا۔ وعلیکم السلام یا ولدی۔ واعلیکم السلام اے میرے فرزند۔ جملہ حاضرین مسجد نبوی نے (علیٰ صاحبہا الف الصلوٰۃ والسلام) نے اس آواز کو سُنا۔ آن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس درجہ انعام واکرام ہونے کے باعث سردار الاولیا رحضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ پر بہ سبب غایت۔ ذوق وشوق کے حالت وجد و رعد طاری ہوگئی۔ حتیٰ کہ طاقت کھڑے رہنے کی نہ رہی، لعد ایک لمحہ کے مزار اطہر نبوی صلعم کے اور زیادہ قریب ہوکر نہایت عجز و فروتنی سے یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

فی حالۃ البعد روحی کنت اُرسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھٰذہٖ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ: دوری کی حالت میں، میں اپنی روح کو بھیجتا تھا، تاکہ زمین بوسی میں میری نائبی کرے۔ اب جب کہ دولت وصل اصالتہً رباحالتِ جسمانی، حاصل ہے، تو آپ اپنا سیدھا ہاتھ دراز کیجیے تاکہ اُسے بوسہ دے کر مجھے شرف حاصل ہو۔

سبحان اللہ کیا نوازش واکرام حضور رسولِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت

شیخ احمد کبیر الرفاعی قدس سرہٗ پڑھ رہے ہیں کہ ہنوز یہ اشعار تمام نہ ہونے پائے تھے کہ مزار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ معجز نما پر ضیا، چمکتا ہوا جلوہ افروز ہوا حضرت سید احمد کبیر معشوق اللہ الرفاعی قدس اللہ سرہٗ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نہایت ادب و احترام سے دستِ اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا۔ دست منور پھر قبر شریف میں مخفی ہو گیا۔ جس وقت یہ واقعہ ظہور میں آیا اس وقت بارگاہ رسالت میں نوّے ہزار (۹۰ ہزار) سے زیادہ عاشقان جمال محمدی کا مجمع موجود تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو بنظر خود دیکھا۔ اور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت کی اور دیدار سے مشرف ہوئے۔

اس وقت جملہ حاضرین میں بڑے مراتب والے مشائخ کرام و اولیاء عظام بھی موجود تھے جن کے نام نامی و اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت عدی ابن مسافر الاموی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ عبدالرزاق الحسینیؒ و شیخ احمد زعفرانیؒ و حضرت شیخ حیات بن قیس حرّانیؒ اور شیخ خمیسیؒ موجود تھے۔ علاوہ ان اولیاء کرام کے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر الجیلانی نور اللہ مرقدہٗ بھی موجود تھے۔ علاوہ ان کے اور بھی مشائخ، اور اولیاء حاضر تھے جو تمام آنحضور صلعم کے دست منور کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔

شیخ حیات بن قیس الحرّانیؒ، شیخ عدی بن مسافر الامویؒ، شیخ عقیل المنبجیؒ ان تینوں مشائخوں نے اسی روز حضرت الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی سے بیعت کی اور خرقہ بھی پہن لیا اور حضرت احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے خلفاء اور متبعین میں شامل ہو گئے

شیخ امام الاولیاء سید احمد کبیر الرفاعی کے خادم علی بن موہوب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ وہ دستِ مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو میرے شیخ زبدۃ الاولیاء

خلاصۃ الاتقیاء واصل الی اللہ سید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہ کے لئے مزار مقدس و منور نبوی سے جلوہ افروز ہوا میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ دستِ اطہر نہایت خوشنما، سفید رنگ، دراز انگلیوں والا، پُر ضیا، برق تجلی سے زیادہ چمکتا ہوا، روشن اور پُر انوار، اور معطر المعطر اور بے مثل تھا۔ دست مطہر کا ظہور میں آنا تھا کہ حرم شریف تہ و بالا ہوگیا اور لوگوں میں گویا قیامت برپا ہوگئی۔ اور ایک ہیبت و دہشت رعب و دبدبہ سلطان محمدی دلوں پر طاری ہوگیا۔ اور مسجد نبوی تمام روشن و منور و معطر ہوگئی۔ گویا خوشبو اور نور کی بارش ہو رہی تھی۔ چاروں طرف سے آواز اللہ اکبر کی بلند ہوئی اور تمام حاضرین کے لبوں پر درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ جاری و ساری ہوگیا۔

شیخ علی بن ادریس یعقوبی سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت غوث اعظم دستگیر شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں حاضر تھا اسی محفلِ کرامت میں جس سے حق تعالٰی نے سید احمد کبیر الرفاعی رض کو شرف بخشا اور دست بوسی دستِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل ہوئی۔ اور انعام الٰہی سے عالی مرتبہ نصیب ہوا۔ حضرت یعقوبی فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت! کیا رجا اللہ کو اس کرامت پر جو حضرت شیخ اعظم سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ رشک نہ آیا؟ آپ رو رونے اور فرمانے لگے۔ یا ابن ادریس اس کرامتِ پُر سعادت پر فرشتے، ملائکہ علی کے سید احمد کبیر الرفاعی پر رشک کرنے لگے۔

کتاب وظائف احمدیہ میں تحریر ہے۔

الشیخ الانس والجان سید احمد کبیر الرفاعی تمام

اولیاء میں اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح حضور رسالت پناہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء اور رسولوں میں ممتاز ہیں۔ صاحب کتاب وظائف نے مثال اس کی یوں بیان کی ہے۔

حق تعالےٰ جل شانہٗ نے آقا و مولا رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج عطا فرما کر اعلیٰ وارفع شرف بخشا اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کامل اور اکمل حق تعالےٰ کا حاصل ہوا۔ جو عقل کے دائرے سے باہر ہے۔ اسی طرح خداوند کریم جل شانہٗ نے روح عارفان الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی کو سرور کونین تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی دست طاہر و منور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرما کر حضرت احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کو روئے زمین کے تمام اولیاء میں سرفراز و ممتاز کر دیا۔

شیخ علی الواسطی خلاصۃ الاکسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"الامام صاحب طریقہ رفاعیہ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو بیعت قریب تر اور نسبت قریب ترین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل ہے کیونکہ ہاتھ سید احمد کبیر الرفاعی کے اور لب بذات خود بجسم خود دست اطہر و معطر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی لمس سے مُشرف ہوئے ہیں۔"

شیخ الاسلام قلیوبی رحمۃ اللہ علیہ کتاب تحفۃ الراغب میں لکھتے ہیں:۔

"تمام اہل اللہ، صوفیاء و علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ رتبہ سید احمد رفاعی کا مافوق قطبیت و غوثیت ہے۔ کوئی ولی اس رتبہ جامعیت اوصاف

حمیدہ و اخلاق سعیدہ و مقامات فریدہ کا نہیں آیا اور نہیں آئے گا۔

راغب میں مزید تحریر ہے:

"قسم اللہ کی مرتبۂ اعلیٰ جان لینے کے لئے یہی کافی ہے کہ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ شرف دست بوسی دست منور و مبارک رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے اور یہ شرف امتیازی مشرف ہے۔"

یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی ہی کا اثر ہے جس کے سبب سے جب آپ کے خاندان کے مرید وجد میں آکر ضرب لگاتے ہیں اور گرز و شمشیر اور سیخ وغیرہ آلات آہنی اپنے جسم پر مارتے ہیں۔ بعض اوقات ان کے جسم سے خون بہنے لگتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی کا یا کسی بالکل کم سن چھوٹے بچے کا یا آپ رضی اللہ عنہ کے کسی خلیفہ جس کو باقاعدہ طریقے سے اجازت حاصل ہو، کا لعاب دہن لگا دیا جاتا ہے اور لعاب دہن لگاتے ہی اُس شخص کا خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کا جسم صحیح وسالم ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کے لب مبارک آن حضور سرور کائنات کے دست مطہر سے مس ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ یہ اسی کی تاثیر ہے جو آپ کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا وصال

آپ کے خادم یعقوب فرماتے ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہ شدید مرض میں مبتلا ہوئے۔ تو میں نے عرض کی یا حضرت آپ کو اس مرتبہ کوئی تجلی الہٰی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا، نعم، (ہاں)، خادم نے دریافت کیا، کونسا معاملہ پیش آیا؟۔ آپ نے فرمایا، ہم نے بہت بلاہائے عظیم کو خرید لیا ہے۔ جو مخلوق پر آرہی ہیں۔ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ ہم نے اپنی جان کے عوض میں اور جو کچھ حصہ ہماری عمر میں باقی رہا تھا۔ اس کے بارے میں خرید لیا ہے، تمام مخلوق کی بلائیں ہم نے اپنے اوپر لے لی ہیں۔ اور یہ سودا ہمارا پکا ہو گیا ہے۔

آپ کو دستوں کی بیماری شروع ہوئی، روزانہ بہت اسہال ہوتے۔ ایک ماہ تک آپ اس مرض میں مبتلا رہے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یا شیخ یہ سب اسہال میں کیا نکلتا ہے؟ حالانکہ بیس روز سے زیادہ عرصہ ہو گیا، نہ آپ نے کھانا کھایا ہے نہ پانی پیا ہے۔ پھر یہ کہاں سے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے بھائی، یہ تمام گوشت ہے جو خارج ہو گیا۔ اب تو صرف مغز کا گودا باقی ہے۔ آج وہ بھی خارج ہو جائے گا اور کل ہم دربار الہٰی میں پیش ہوں گے۔

بس اس کے بعد دو تین مرتبہ اسہال میں سفید مواد نکلا اور آپ (ہزار ہا رحمتیں آپ پر) اس دار فانی سے کوچ کر کے اس دار بقا کو سدھارے۔ آپ کی زبان مبارک پر جو آخری کلام آیا وہ یہ تھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جمعرات کا دن تھا، عصر کا وقت تھا۔ تاریخ ۲۲ رجمادی الاول ۵۷۸ھ ہجری تھی کہ آپ نے (بے حساب رحمتیں ہوں آپ پر) اس عالم فانی کو چھوڑ کر عالمِ بقا کا سفر اختیار کیا۔ اب بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر انوار الٰہی کی بارشیں ہوتی ہیں۔ اور تاقیامت ہوتی رہیں گی۔

آپ کے دربار الٰہی میں سدھارنے کی خبر فرشتۂ غیب نے اطراف و نواحِ ام عبیدہ میں مشہور کر دی، لوگ دور دور سے آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت و دیدار اور نماز جنازہ کی شرکت کے لئے ام عبیدہ میں جمع ہونے لگے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت تقریباً نو لاکھ مرد و عورتوں کا مجمع تھا۔

بعد نماز آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مزارِ اطہر آپ رضی اللہ عنہ کا روضۂ مبارک میں زیارت گاہِ عالم ہے جو بغداد سے تقریباً ساڑھے تین سو میل پر واقع ہے۔

عارف باللہ سید سراج الدین الرفاعی نے ایک شعر میں آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور عمر کی مقدار بھی لکھی ہے۔

ولادتہٗ بشریٰ وللّٰہ عمرہٗ

۵۱۲ ۶۶

وجائت للبشریٰ اللہ بالقرب والزلفیٰ

۵۷۸

آپ کی ولادت خدا کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی، اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔ لفظ بشریٰ سے تاریخ

ولادت (۵۱۲) نکلتی ہے اور لفظ اللہ کے عدد (۶۶) آپ کی عمر پر دلالت کرتے ہیں

اور بشری اللہ سے سال وفات (۵۷۸) معلوم ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ قطب الاقطاب۔ سیدنا احمد کبیر الرفاعی فاطمی حسینی حسنی موسوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک مرد بے ہمتا، جلیل المرتبت بزرگ، ولی کامل و اکمل تھے۔

"رجال اللہ کی سرداری آپ کے سپرد تھی اور آپ کے ہم عصر تمام آپ کی بزرگی کے اور پیشوا ہونے کے قائل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بڑے بڑے مردان خدا آپ کے زیر سایہ تھے۔

"اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سخت ثابت قدم تھے، اور تواضع و مکارم اخلاق گویا آپ رضی اللہ عنہ پر تمام ہوئے۔ (یعنی آپ میں تواضع اور خاکساری و عجز اس قدر تھا کہ گویا آپ پر تواضع و خاکساری اور عجز ختم ہو گیا تھا)۔

حق تعالےٰ جل شانہٗ ہم کو بھی الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے علوم و فیوض و حال اور ارشادات و نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مجھ پر اور تمام مسلمانوں پر الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے فیوض باطنیہ کے وسیلہ سے خداوند کریم کی جانب سے خیر و برکتیں نازل ہوں آمین

اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔

شانِ رفاعیؓ

اضافی مضامین

فہرست

بس یہی ہے میرا ارمان سید احمد کبیرؒ	۱۱۲
دعا	۱۱۳
سید الاولیاء حضرت السید احمد الکبیر الرفاعیؒ	۱۱۴
فضائلِ رفاعیؒ (طیب قاسم عمرانی)	۱۲۳
تذکرۃ الکبیر (ضیاء الدین احمد الانصاری)	۱۳۵
شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کی نظر میں حضرت سید احمد کبیر الرفاعی	۱۵۰
حضرت السیّد الشیخ احمد کبیر الرفاعیؒ	۱۵۴
میرے مرشد (محمد عبداللہ لودھی)	۱۶۱
اسلامی تصوف اور سلسلۂ رفاعیہ (ڈاکٹر منظور الدین احمد)	۱۸۸
راتب رفاعیہ (زہرہ ساجد)	۱۹۴
سیدنا و مرشدنا السید احمد کبیر الرفاعیؒ (جلال الدین احمد نوری)	۲۰۲

بس یہی ہے میرا ارمان سیّد احمد کبیر

از: سید زاہد رفاعی

پرتوِ تنویرِ سبحاں سید احمد کبیر
مطلعِ تفسیرِ قرآں سید احمد کبیر

کاشفِ اسرارِ پنہاں سید احمد کبیر
حاملِ انوارِ یزداں سید احمد کبیر

اللہ اللہ تابشِ حسن و جمالِ روئے پاک
شعلۂ برقِ درخشاں سید احمد کبیر

خوگرِ الطاف و رحمت پیکرِ صبر و رضا
چارہ سازِ دردمنداں سید احمد کبیر

تاجدارانِ گلستانِ جہاں کے تاجدار
مالکِ گلزارِ رضواں سید احمد کبیر

رونقِ بزمِ ولایت افسرِ کُل اصفیاء
خُسروِ اقلیمِ عرفاں سید احمد کبیر

دیدۂ و دل آستانِ پاک پر قرباں کروں
بس یہی ہے میرا ارماں سید احمد کبیر

طور کے جلوے نظر آئیں نہ کیوں عشاق کو
آپ کا ہے لطف و احساں سید احمد کبیر

کعبۂ دل لوٹ کر بتخانہ بن جائے تو خوب
ہے یہی زاہد کا ارماں سید احمد کبیر

دُعا

مرشدِ اعظم تواضع و تذلل اپنی دعائیں ہمیشہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے طلب کرتے۔

وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یقول۔ اللھم اجعلنا ممن فرشو علی بابک لفرط ذلھم نواعم الخدود ونکسوا وسھم من الخجل وجبا ھھم للسجود ببرکت صاحب اللواء المحمود۔ آمین۔

ترجمہ: اے اللہ ہم کو ان گروہ والوں میں شمار فرما جنہوں نے فرطِ ذِلّت اپنے نرم گالوں کو تیرے دروازۂ رحمت پر بچھایا اور شرمندگی و خجالت سے اپنی گردنیں جھکائیں اور اپنی پیشانیوں کو سجدوں سے منور کیا۔ اے اللہ! تیرے حبیب صاحبِ لواءِ محمود کے صدقے میں میری دُعا کو قبول فرما! آمین۔

یہ دُعا آپ کثرت سے پڑھتے تھے۔

سید الاولیاء حضرت السید احمد الکبیر الرفاعی قدس اللہ سرہٗ

٭

سنہ ۵۵۵ھ میں ایک روز بزرگ اولیاء کی جماعت کے ساتھ حضرت الشیخ السید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہٗ نہر قلی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور طریقت و اسرارِ الٰہی کے ذکر میں مشغول تھے یکایک سلطان الاولیاء، سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی نے بلند آواز سے اسم جلالہ، کا نعرہ بلند کیا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر بیٹھ گئے۔ اور چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا۔ ایک خاص حالت آپ پر طاری ہو گئی۔ بعدہٗ جب اپنی اصلی حالت میں آ گئے تو مزاج مبارک کے رمز شناسا لوگوں نے اس آسمانی واردات کے بھید و اسرار کے بارے میں آپ سے پوچھا۔ فرمایا کہ مجھے بلندی سے آواز آئی ہے کہ اے احمد تجھے چاہیئے کہ اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے لیئے جا۔ وہاں تیرے لئے ایک امانت (نعمت) رکھی ہوئی ہے جو تجھے دی جائے گی اور جس کو چاہے اپنے ساتھ لے جا،" اسکے بعد وہاں سے اٹھے اور روانہ ہوئے۔ اور ہم نشین بھائیوں کی ایک جماعت بھی ساتھ ہو گئی۔ آپ خانقاہ رفاعیہ تشریف لائے۔ اور سفرِ حجاز کی تیاری شروع کر دی۔ بہت سے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس سفر میں بہت کثرت سے لوگ جمع ہو گئے کہ ریگستان واسط لوگوں کی کثرت سے بھر گیا۔

ارشاد المسلمین میں مذکور ہے کہ شیخ ماہان ابوالفتح عبادادی، جو حضرت والا کے خاص خادم تھے۔ روایت کرتے

ہیں کہ جس روز سے ہم امِّ عبیدہ سے باہر سفر کے لئے روانہ ہوئے اور حج و زیارتِ روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت سلطان العارفین نے نہ کھایا اور نہ قضائے حاجت کے لئے گئے۔ ماہان کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں عرض کی۔ فرمایا۔ میرے بیٹے اللہ تجھے برکت دے۔ جو کچھ تو نے دیکھا اسے پوشیدہ رکھ۔ اگر میں کھانا کھاؤں گا تو مزاج پر سستی غالب ہو جائیگی۔ اور حضرت حق کی بڑی مہربانی اور فضل ہے۔ اور آیت شریفہ کو پڑھا۔ ترجمہ: وہ اللہ ج ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (سورۃ الشعرا ۷۹)

اور باوجود اس حالت کے چہرہ مبارک نور سے چمکتا تھا۔ نہ کھانے کی وجہ سے آپ کے حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ مجھے اپنے دل میں اس حالت سے تعجب ہوا۔ میرے تعجب کا حال حضرت والا پر ظاہر ہو گیا۔ فرمایا۔ اے ماہان، "تعجب نہ کر"۔ میں ایک کمزور انسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کمزوروں کی مدد فرماتا ہے۔ کمزوروں کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرماتا ہے اور ان کے کام کا نگہبان وہی پاک ذات ہے۔

مولف کہتے ہیں کہ (ارشاد المسلمین) میرے دادا امام ابوالفرج عمر اس حج میں شریک تھے۔ میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ دادا سے روایت کرتے تھے کہ میں اس سال حج میں سلطان العارفین کی خدمت میں تھا۔ جس دن کہ ہم مدینہ منوّرہ میں داخل ہوئے اس روز حاجیوں کے قافلے شام۔ عراق۔ یمن و مغرب و حجاز اور عجم کے ملکوں سے

آئے تھے۔ نوّے ہزار (۹۰،۰۰۰) سے زیادہ اس دن زائرین مدینہ منوّرہ میں جمع ہو گئے تھے۔ سلطان العارفین جب حرم کے قریب پہنچے تو شہر کے باہر سے پیدل ننگے پاؤں روانہ ہو کر اس طرح مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ اور حجرۂ اقدس کے محاذ (سامنے) آپ کھڑے ہوئے۔ اور مودّبانہ عرض کیا۔ السلام علیکم اے میرے جدِّ امجد (نانا)۔ قبر اطہر سے آواز آئی۔ وعلیکم السلام۔ اے میرے بیٹے۔ تمام لوگوں نے مسجد شریف وحرم شریف میں سلام کے جواب کی آواز کو اچھی طرح سُنا۔ حضرت سلطان العارفین رفاعی پر اس عظیم نعمت پر ایک حالت طاری ہو گئی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رعشہ وکپکپی کی وجہ سے زانو پر گر پڑے۔ آپ کھڑے ہوئے اور وجد ومدہوشی کی حالت میں یہ اشعار پڑھے۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا ، تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہٖ دولۃ الاشباح قد حضرت ، فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

ترجمہ: حالتِ دوری میں تو اپنی روح کو قدم بوسی کے لیے بھیج دیتا تھا کہ وہ میری طرف سے سفر کر کے حضور والا کو میرا سلام پہنچائے۔ اب (آج) میں خود عاجزی وانکساری سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اپنا ہاتھ مبارک دراز کریں تاکہ میرے لب بوسہ دے سکیں۔ حضور پُر نُور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو قبر شریف واطہر سے دراز کیا۔ اور دستِ مبارک باہر آیا۔ سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر الرفاعی نے زانو بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

دستِ اطہر و مبارک کا بوسہ لینے کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت مسجدِ نبوی میں سلطان العارفین کی دست بوسئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظر تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور برکت حاصل کی۔ اس وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضر تھے۔ حاضرین و زائرین میں اس وقت کے بڑے بڑے عظیم المرتبت، مردانِ خدا موجود تھے۔ جنہوں نے دستِ مبارک کی زیارت کی۔ اس وجہ سے اس واقعہ کی تفصیل کو بہت سے بڑے اماموں نے لکھا ہے۔ اور بعض اس کرامت کے ثبوت میں مستقل رسالہ ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ایک مستقل رسالہ اس کرامت کے بارے میں تالیف کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کے سوائے امام احمد وتری روضۃ الناظرین میں حافظ تقی الدین واسطی "تریاق المحبین" میں ہمارے مولانا و مرشد السید محمد ابوالہدا "قلادۃ الجواہر" اور شیخ عارف السید محمد الجیلانی الجری الرفاعی نے "لباب المعانی" میں و عارف کامل شیخ صفی الدین المنظفر نے اپنے "قصیدہ لونیہ" میں اور امام فاروقی عزالدین ابوالعباس احمد نے ارشاد المسلمین میں اس کرامت کے واقعہ کو اس بیعت کو جو اس وقت کے مشائخ نے آپ سلطان العارفین کے ہاتھ پر کی جو بسبب زیارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ اس کو بہت تفصیل سے لکھا ہے اور حضرت والا سلطان العارفین کا بہر قلبی سے حرمین شریفین کی طرف عزم فرمانے کے اسباب بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ مگر ہم طالبوں کی روح کی تازگی کے لئے عبارت "ارشاد المسلمین" کے ترجمہ پر کفایت کرتے

کرتے ہیں۔ ارشاد المسلمین میں لکھا ہے کہ اس کرامت عظیم کے ظہور کے وقت حرم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس زمانے کے بزرگ شیخ حیات بن قیس الحرانی وشیخ عدی بن مسافر وشیخ عقیل منجی رحمہم اللہ تعالیٰ حاضر تھے۔ ان مشائخ نے سلطان العارفین کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی اصحاب وخادموں میں داخل ہوگئے۔ ان مشائخ کے علاوہ اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ احمد کبیر زعفرانی وشیخ عبدالقادر جیلانی وحضرت شیخ احمد زاہد الانصاری و حضرت شیخ شرف الدین ابوطالب بن عبدالسمیع ہاشمی عباسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی حاضر تھے۔ یہ بزرگ امشائخ بھی تبرکِ دستِ مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادت سے مشرف ہوئے۔ اس عظیم و برتر کرامت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے وجود کے کرم سے سلطان العارفین حضرت الشیخ احمد کبیر الرفاعی کی نیکیوں میں فراوانی عطا فرمائی۔ اسکو دیکھ کر ان بزرگوں نے سلطان العارفین حضرت السید احمد کبیر الرفاعی کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت والا السید احمد کبیر الرفاعی کی شخصیت (بزرگ) کا اپنے واپنے ماننے والوں کے لیے اقرار فرمایا۔

اور ہم حق والوں کی زیادہ سمجھ کے لئے کہ کشفِ عطا (پردہ ہٹ جانا) انکے لیئے آسان ہو۔ مزید بیان "کتاب "وظائفِ احمدیہ" سے ذکر کرتے ہیں۔ وظائف احمدیہ میں فرمایا جوکہ صحت کے درجہ کو پہنچا ہے کہ خاص اہل اللہ میں بعض بزرگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے تھے۔ سید احمد کبیر اپنے مریدوں کی تربیت قول سے زیادہ اپنے حال یعنی عمل سے کرتے ہیں۔ اور قوم کے اماموں نے اتفاق کیا ہے کہ اگر کسی کو تمام طریقوں میں سے کسی طریقہ سے نسبت ہو۔ بعد تحقیق اس نسبت کے اسے چاہیے کہ بلند طریقۂ رفاعیہ سے بھی نسبت پیدا کرے۔ اس لئے کہ بلند طریقۂ رفاعیہ اللہ تعالیٰ سے نحو ہونے کے تمام طریقوں اور مشربوں کا جمع کرنے والا ہے۔ اور حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی کے سیدھے راستہ کو محکم اختیار کرنا بندگی و عبودیت ہے۔ ظاہر میں شریعت پر قائم ہونا اور قانونِ سُنّت کی حفاظت ہے۔ باوجود ان کے حقیقت کے مرتبوں پر ترقی پانا ہے۔ اگر کسی شخص نے عالی طریقۂ رفاعیہ سے اپنی نسبت مستحکم کی ہے۔ اس لئے درست نہیں ہے کہ دوسرے طریقہ سے نسبت پیدا کرے۔

اس لئے کہ صحیح طریقہ (راستہ) حال و مقام و قدم جو جامع (جمع کرنے والے) طریق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے اس سے جدا نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی مشرف و قدم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پوری طرح قیام رکھتے ہیں۔ ہر ولی کا قدم و مشرب و حال ایک طور ہے۔ غیبی تقسیم نے ہر ولی کو انبیاء علیہ السلام اجمعین میں سے کسی ایک کے قدم سے وابستہ کیا ہے۔

شیخ منصور رضی اللہ عنہ، ابراہیمی قدم اور محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
مشرب ہوئے ہیں۔ سلطان العارفین حضرت السید احمد کبیر الرفاعی
رضی اللہ عنہ محمدی القدم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محمدی الحال (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) محمدی الطور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابراہیمی المشرب
(محمدی المنہاج فی المشرب الابراہیمی) ابراہیمی مشرب میں طریقۂ محمدی
پر ہیں۔ اور اس وجہ سے عارف باللہ شیخ اصہب دمشقی رضی
اللہ عنہ، نے سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی کو خاتم الاولیاء
کہا ہے۔ حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعیؓ) اور اولیاء
میں سے کوئی قدم وحال وطور ومشرب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع (جمع
کرنے والا) آپ حضرت والا کی مانند کوئی نہ آیا اور نہ ہی آئے گا۔ اور
حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی کا حال اس دعوی کے ثبوت
میں کافی گواہ ہے۔ اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو اسے کہنا چاہیے
(سورۃ البقرہ ۱۱۱) سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔ ہم نے اس معنی کو
صرف اس غرض سے لکھا ہے کہ عالی طریقہ کے مرید لوگ اپنے شیخ طریقہ و
مرشد کی قدر ومنزلت کو جان لیں۔ اور اہل عرفان نے سلطان العارفین
حضرت سید احمد کبیر الرفاعیؓ کے مرتبہ کو مرتبۂ قطب وغوث سے اس
وجہ سے بالا و بلند سمجھا ہے کہ حضرت سلطان العارفین نیابت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کرنے کے مرتبہ کو رکھتے ہیں۔ قطب ہونا اور
غوث ہونا مرتبہ تصرف (دنیا) واخذ (لینا) وعطا وصل (ملنا)
(جدا ہونا) حکم ومدد (باری تعالیٰ سے) ہے نہ کہ اپنے فعل وقدرت سے

اور خلق و حال و قدم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ تحقیق قطب و غوث ہونے سے زیادہ عظیم و اشرف ہے۔ جبکہ بندہ خالص و کامل طور پر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگیا تو پرتو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جاتا ہے۔ وصف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علوم جس کے اندر سما جاتے ہیں اور زمین پر اللہ جل شانہ کی خلافت اور خلافت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلافت کتاب یعنی قرآن کے مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (ترجمہ) جس نے بدعتی کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ جس نے بدعتی کو ذلیل کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بڑی رسوائی کے دن یعنی قیامت کے دن امن میں رکھے گا۔ جس نے نیکی کا حکم کیا اور برائی سے روکا، وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور اسکی کتاب قرآن مجید کا خلیفہ ہے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہے، — حضرت سلطان العارفین کے بارے میں اس حدیث کا مضمون پورے طور پر لاگو ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے بدعت کو ختم کرتے اور نورِ سُنّت کو زندہ کرنے کی بنا پر فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین اپنے قول و فعل کے سبب مددگار و ناصر خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہے ہیں۔ اوصاف کی یہ تکمیل دوسروں میں نہیں ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر بعض اقطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرب پر ہیں۔ لیکن نوح ؑ کا قدم ان کو نوحی طریقہ یا راستہ پر لے جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ غضب ناک ہوا اور خلق کو برباد کیا۔

حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعیؓ کا قدم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب و غصہ کی حالت میں بھی خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم رکھتا ہے کہ سوائے اصلاح، برکت اور حاجت روائی کی دعا کے اور کوئی چیز نہیں کرتا ہے۔ لہذا یہ معنی اہلِ علم پر تو پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت سلطان العارفین سید الاولیاء سیّدی احمد کبیر الرفاعیؓ کے درجات ماورائے عقل وفہم ہیں۔ اللہ جل شانہٗ ورسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہی آپ سیّدی احمد رفاعی کے درجات ومقام کو جانتے ہیں۔

زمین والے تو کیا ہیں آسمان والے بھی کیا جانیں
رفاعی غوث کی عظمت خدا اور مصطفےٰ جانیں

(کامل ٹرووڈوی)

فضائل رفاعیؒ

مولف: طیب قاسم عمرانی (خلیفہ ء رفاعی)

تریاق المحبین میں ہے کہ شیخ امام العلماء شیخ احمد عزالدین الفاروثی الواسطی قدس اللہ سرہ' سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے بلند رتبہ کا سبب پوچھا، فرمایا کہ سید احمد رفاعی کے اس بلند مرتبہ کا سبب ادب محمدی و نبیء کریم ﷺ کی خالص پیروی کی وجہ سے ہے اس کے علاوہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا اور بد دعا کرنے کی برائی سے چھٹکارا ہے (کسی کو بد دعا نہ دینا) اور اس کی بلندی کی لالچ، مدہوشی کی خرابی اور حد سے زیادہ بڑھنے سے بچنے میں، اس کی سلامتی عیب خود بینی سے بچنے اور اس کا نفس تعلقات و برائیوں سے پرہیز کرنے اور نفس کی تمام آلودگیوں سے دور ہونے میں ہیں، جیسے کپڑوں کو بدن سے علیحدہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد کہا کہ 'اے میرے بیٹے ہم شیوخ کی صحبت میں پہنچے، آدمیوں سے ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ کے اصحاب کی صحبت کے فیض کو پہنچتے ہوں اور آپ کی جماعت کی باتیں اور آپ کی سیرت کو پڑھا ہو، اور شریعت کی کسوٹی پر ہم نے حق و باطل میں تمیز کی ہے، کسی شیخ کو صحابہ کرام و اہل بیت عظامؓ کے بعد خلق میں عظمت والاو مرتبہ میں بڑا، اور اتباع نبوی ﷺ میں بہت صحیح سید احمد کبیر رفاعی کے علاوہ نہیں دیکھا، اگر عوام کی سمجھ کے قصور کا لحاظ نہ ہو تو........ تجھ کو ان سید عظیم القدر کے کام بتاؤں کہ اس کے سننے سے تیرے کان بہرے ہو جائیں اور اس کو برداشت کرنے سے فہم قاصر ہو جائے اور اس کو سمجھنے میں عاجز ہو جائے۔

حق تعالیٰ نے سید احمد کبیر رفاعی کو بلند مرتبہ، بلند مشرب، اعظم و مقام اکرم، حال اکمل و سلوک افضل کرامات عطا فرمایا اور آپ دین کے کام کے مجدد اور جد امجد سید المرسلین ﷺ کے نائب ہیں، اگر سید احمد رفاعی نہ ہوتے تو حق کا راستہ اس زمانے میں گم ہو جاتا اس وجہ سے کہ لوگ خلاف شرع باتیں کرنے والے، غرور کرنے والے لوگوں کی باتوں کے گرویدہ ہو گئے تھے اور عاجزی و انکساری کے مقام سے دور ہو گئے تھے اور نبیء مختار ﷺ اور آپ کی نیک اولاد اور نیک اصحاب کی سیرت سے دور ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزادے، آپ جد امجد سید الانبیاء ﷺ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ اس کی پسندیدہ سنت و شریعت محمدی اور پسندیدہ طریقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے بہتر جزادے۔

سید الاولیاء سیدی احمد رفاعیؒ کے بارے میں اس حدیث شریف کا مضمون پوری طور پر ثابت ہوتا ہے،

حق تعالیٰ نے آپؒ کے بدعت ختم کرنے اور سنت کو زندہ کرنے کی بنا پر فرمایا کہ سیدی احمد رفاعیؒ اپنے قول و فعل کے سبب مددگار و ناصر رسول ﷺ رہیں ہیں۔ مثال کے طور پر بعض اقطاب محمدیؐ مشرب پر ہیں لیکن (جس کے نتیجے میں وہ) نوحؑ کا قدم ان کو نوحی طریقہ یا راستہ پر لے جاتا تھا، غضب ناک ہو اور خلق کو برباد کیا۔
حضرت سیدی احمد رفاعیؒ کا قدم محمدیؐ غضب و غصہ کی حالت میں بھی خلق محمدیؐ رکھتا ہے کہ سوائے اصلاح اور حاجت روائی کی دعا اور کوئی چیز نہیں کرتا، لہٰذا یہ مخفی اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

قطبیت اور غوثیت سے ہے سوا　　رتبہء اعلیٰ و اکرم آپ کا

شان عالی آپ کی ہے بے نظیر　　یا رفاعی سید احمد کبیر

شیخ عبدالغنی قادری نابلسیؒ نے اپنے قصیدہ تائیہ میں فرمایا ہے۔

انت الذی نور النبی بدا اعلیٰ　　صفحات وجھک للنور اظھر مبھت

فیکم ھدی طہٰ النبیؐ مجمع　　مع انہٗ مافی الصالحین مشتت

ترجمہ:

حضرت سیدی احمد رفاعیؒ وہ ہیں کہ نور نبی ﷺ آپؒ کے چہرہ مبارک پر ایسا نمایاں ہوا کہ ناظرین حیران ہو گئے اور آپؒ میں خصائل نبی ﷺ جمع کئے گئے ہیں، باوجودیکہ صالحین میں خصائل نبی ﷺ متفرق ہیں۔
شیخ اسلام شیخ قلیوبیؒ "تحفہ الراغب" میں لکھتے ہیں کہ اہل اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدی احمد رفاعیؒ کا رتبہ قطب اور غوث کے مرتبہ سے بلند تر ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ اجمعین کے بعد اگر کوئی ولی اس مجموعہ اوصاف حمیدہ، اخلاق سعیدہ اور یگانہ مقامات کے مرتبہ پر فائز نہیں ہوا، اگر ظاہری کرامات سے کچھ بھی نہ ہوتب بھی یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا، خدا کی قسم یہی ایک وجہ کرامت کافی ہے۔
حافظ تقی الدین واسطیؒ "تریاق المحبین" میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ علی ابن ادریس یعقوبیؒ (خلیفہء غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ) سید الاولیاء سیدی احمد رفاعیؒ سے ملاقات کے بعد اپنی مجلس سیدی احمد رفاعیؒ کی شان میں فرمایا، سیدی احمد رفاعیؒ آج صدیقوں کے سردار ہیں اور جو رتبہ کو پہنچنے کا دعوی کرے گا تو وہ دعوی باطل ہو گا۔
شیخ ابن ادریسؒ نے آپ کی تعریف و ثناء میں اس قدر طول دیا کہ مومنوں کے قلوب مشتاق ہو گئے اور

محبت کی وجہ سے رونے لگے اور آپؒ کے ذکر سے مجلس معطر ہو گئی اور بیت سیدی احمد رفاعیؒ کی شان میں فرمایا۔

ھیہات ان باقی الزماں المثل　　　ان الزماں بمثل لبخیل

"افسوس زمانہ میں آپ جیسا نہیں آیا‘ بیشک زمانہ آپ جیسا پیدا کرنے میں بخیل رہا"

شیخ محمد بن عبد البصری قدس اللہ سرہ‘ نے فرمایا‘ ہم نے مقامات (واردات و حالات) پر ہر اولیاء کے بارے دریافت کیا‘ ان کی سیر کی انتہا معلوم کی گئی مگر سیدی احمد رفاعیؒ کی نہیں پہنچائی گئی اور سوائے کے کچھ نہیں ہے کہ اس زمانے کے لوگ مروج توبہ کرنے کے طریقہ کو جانتے ہیں اور ہر وہ شخص جو آپؒ کے مرتبہ یا آپؒ کے رتبہ کو جاننے کا دعویٰ کرے اسے جھوٹا جانیں۔

اے بھائی یہ وہ شخص ہے جو پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہ آپؒ کے مقام کی حد معلوم کی جاسکتی ہے وہ مرد کامل ہے کہ بشر ہونے کے تعلق اور نفس کو روکنے والی باتوں سے‘ جیسے کپڑا بدن سے علیحدہ ہوتا ہے آپؒ کو بری کیا اس زمانے کے چھوٹے بڑے اولیاء چاہے مشرق و مغرب میں‘ عرب و عجم میں ہوں ان کی ذمہ داری ان کے اوپر ہے اور انہیں سے مدد چاہتے ہیں اور ان سے فیض حاصل کرتے ہیں‘ سب کا شیخ سب کے درمیان ہوتا ہے۔ اپنے جدامجد حضرت محمد ﷺ کے حجرہ سے بخشش و عطا اس کے پاک دل پر برستی ہے اور وہ زمین کے لوگوں میں تقسیم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سیدی احمد رفاعیؒ کی مدد منقطع نہیں ہوگی‘ یہ دولت عظمیٰ آپؒ حضرات پر اور آپؒ کی اولاد پر ان پاک نفس کے سبب سے قیامت تک غم میں مددگار ہونے کے لئے مخصوص ہے بفضل اللہ جل شانہ۔

(اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے کام کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اس کی حکمت پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا)

(شیخ محمد بن عبد البصریؒ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے شیوخ میں سے ہیں اور آپ اپنے وقت کے بڑے پائے کے ولی گزرے ہیں)

الاصول الاربع فی طریق غوث رفاعیؒ میں تریاق المحبین کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ عقیل منجبی قدس اللہ سرہ‘ فرماتے ہیں سیدی احمد رفاعیؒ اولیاء کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں‘ گویا روز محشر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سنتا ہوں کہ فرمائے گا "اے اولیاء کے گروہ کیا پیش کرتے ہو تم میں سے کوئی وہ چیز جو سیدی احمد رفاعیؒ نے پیش کی اس نے خواہش کو چھوڑ دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور خلاف شریعت و فخر و غرور سے علیحدہ ہو گیا‘ انکساری اور عاجزی کے کپڑے پہن لئے‘ اپنے سے بڑا پن و ناز و نخرے کو دور کیا اور سکون و نیاز مندی کو اپنے

نفس کی صفت مٹایا، آگاہ رہو کہ وہ ایک بندہ ہے جس نے حق عبدیت کو ادا کیا اور بشریت کی حد کو پہچان کر اس سے آگے بڑھا، عظمت، ربوبیت (پروردگار ہونے کی بزرگی) کو جان کر خود کو اپنے مولا کے در پر عاجزی کے ساتھ ڈال دیا، قسم ہے ذات پاک (ایزدی اللہ) کی کہ سیدی احمد رفاعیؓ اس خطاب کے لائق ہیں کہ باوجود یہ کہ اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے مگر وہ ادب کے مقام سے دور نہیں ہوئے اسی لئے بہت سے گروہ پر سبقت حاصل کی اور منزلوں و مرتبوں کو پہونچنے کے باوجود دعائیں اور نیکی کرنے میں مشغول رہے۔

حضرت شیخ عقیل منجبی قدس اللہ سرہ' اپنے دور میں مشائخ شام کے شیخ تھے' آپ کی صحبت سے بے شمار لوگ فیضیاب ہوئے' جن میں چالیس تو صاحب نسبت بزرگ ہوئے ہیں' جیسے شیخ عدی بن مسافر' شیخ موسیٰ زولیؒ آپ خرقہ عمریہ لے کر سرزمین شام گئے تھے شیخ عقیلؒ کو شیخ طیار کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے' آپ اپنے قصبہ کے مینار سے اڑ کر بلاد مشرق پہنچے تھے آپ کے شیخ مسلمہؒ آپ کو غواص کے نام سے بھی یاد کرتے تھے۔

حضرت شیخ عقیلؒ غواصین میں ہونے کے علاوہ ان چار شیوخ میں سے ہیں جو زندوں کی طرح اپنی قبروں میں رہ کر بھی تصرف کرتے ہیں اور آپ ان شیوخ میں سے ایک ہیں جنہوں نے واقعہء دست بوسی کے وقت سیدی احمد رفاعیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ پہن لیا اور آپ کے حلقہء ارادت میں شامل ہوگئے' آپ نے نخ کے مقام پر سکونت اختیار کی اور طویل عمر میں وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ عثمان سالم آبادی قدس اللہ سرہ' نے فرمایا کہ سیدی احمد رفاعیؓ نے ظہور کیا ہے اور صالحین کے دروازے بند ہوگئے' روز قیامت تک اللہ کے حکم سے غیبی دولت خاص آپؓ کے لئے اور آپؓ کی اولاد کیلئے ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین علامہ لاثانی حضرت امام عبدالکریم رافعی قزوینیؒ اپنے مختصر بیان میں اور موافق جناب حافظ تقی الدین واسطی "تریاق المحبین میں اور علامہ سید محمد ابی الہدیٰ صیادی رفاعی وصاحب العقد النفضید (ترجمہ جواہر الفرید نے لکھا ہے)

ایک روز محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؓ کی مجلس میں معشوق ربانی سیدی احمد کبیر رفاعیؓ کا ذکر خیر نکلا اس وقت محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؓ نے فرمایا۔

آج سیدی احمد کبیر رفاعیؓ حجت اللہ علی اولیاء وصاحب نعمت ہیں' ایسا فرما کے آپ نے سیدی احمد کبیر

رفاعیؒ کی شان میں اپنی زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا۔

"ھذاالذی سبق القوم الاولی اذا رائن قلت ھذا اخر الناس"

ترجمہ: سیدی احمد کبیر رفاعیؒ اگلے زمانے کے اولیاء پر سبقت لے گئے۔

جب میں ان کو دیکھتا ہوں، تو دیکھتا ہوں کہ وہ ہی آخر الناس ہیں۔

کتاب زین المجالس میں مرقوم ہے، حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا۔ "جو شخص ایک وقت فنا ہو پھر وہ زندہ ہر گز ابداً نہیں ہو سکتا، مگر جمیع اولیاء میں دو ولی اللہ فنا ہو کے پھر زندہ ہوئے، ان میں ایک سیدنا احمد کبیر رفاعی ہیں"۔

تحقیق مرتبہ قطب و غوث ہونے سے زیادہ

حاء میم کا بھید

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا، سینہ کی صفائی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی برائی باقی نہ رہے، نہ دشمن کے لئے اور نہ خدا عزوجل کی کسی مخلوق کے لئے اور جب ایسی حالت ہو جائے تو وحشی جانور، جنگلوں میں اور پرندے اپنے بسیرے کی جگہوں میں تم سے مانوس ہوں گے اور حاء میم کا بھید بھی تم پر کھل جائے گا۔ آپ کے مریدوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کیا آپ "قطب" ہیں، فرمایا تم اپنے شیخ کو قطبیت سے بری سمجھو، تب اس نے کہا کہ کیا آپ "غوث" ہیں فرمایا کہ تم اپنے شیخ کو اس سے پاک سمجھو۔

مکیں و مکاں

اسی صفت و صفائی سینہ کی وجہ سے آپ منازل سلوک طے فرما کر اس جگہ پر متمکن اور فائز ہوئے، جس سے بلند اور اعلیٰ کوئی مرتبہ و مقام نہیں، علامہ عبد الوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں اس واقعہ کو لکھ کر اس پر اپنی رائے لکھتے ہیں۔

"میرے نزدیک یہ اشارہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپؒ ان مقامات اور مراتب سے گذر چکے تھے کیونکہ قطبیت اور غوثیت معروف اور معلوم مقامات ہیں، لیکن جو مع اللہ، باللہ، ہو اس کا مقام غیر معلوم ہوتا ہے، اگرچہ ہر مقام میں اس کا مقام ہوتا ہے۔ واللہ اعلم" اہل عرفان نے سید الاولیاء الشیخ سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مرتبہ کو قطب و غوث ہے اس وجہ سے بلند و بالا کہا ہے کہ حضرت سیدی احمد رفاعیؒ نیابت محمدیؐ کے جمع کرنے

کے مرتبہ کو رکھتے ہیں اور قطب ہونا مرتبہ تصرف (دینا) واخذ (لینا) وعطاو وصل (ملنا) وفصل (جدا ہونا) حکم و مدد (باری تعالیٰ سے) ہے کہ اپنے فعل (کوشش) وقدرت سے اور خلق وحلال وقدم محمدیؐ عظیم اور اشراف ہے۔

جب بندہ خالص وکامل وطور پر محمدی ہو گیا تو سر محمدیؐ ہو جاتا ہے اور وصف نبویؐ اور حقیقت محمدیؐ کے علوم اس کے اندر سما جاتے ہیں اور زمین میں اس کی خلافت و خلافت رسولؐ اور خلافت کنا عزوشاہ یعنی قرآن کریم کے مرتبے کو حاصل کرلیتا ہے' اس لئے شریعت میں آیا ہے' جس نے بدعتی کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن وایمان سے بھر دے گا اور جس نے بدعتی کو ذلیل کیا اللہ تعالیٰ اس کو بڑی رسوائی کے دن یعنی قیامت کے دن امن میں رکھے گا جس نے نیکی کا حکم لیا اور برائی سے روکا وہ زمین کا خلیفہ اور اس کتاب (قرآن مجید) کا خلیفہ ہے اور اس کے رسولؐ کا خلیفہ ہے۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس چیز کی قسم کھاتا ہوں جس سے کہ میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہوں۔ سیدی احمد رفاعیؒ شریف فاطمہ حسینی ہیں اور جبل راسخ (مضبوط پہاڑ) وجوانمرد کامل ولی ء عظیم ہیں' سنت کے دریاؤں میں سے موجیں مارتا ہوا ایک دریا ہیں آپ ایسے مسند نشین کہ جن پر قوم کے طریق وسلوک کی سرداری ختم ہو گئی ہے اور اس پر علماء واولیاء کا اتفاق ہے' آپ کے مقدم ہونے اور بزرگی کی وجہ سے زمانہ کے مرد آپ کے قائل ہو گئے اور زمانے کے بڑے مشائخ آپ کے جھنڈے کے نیچے تھے' کیونکہ آپ حضور ﷺ کی سنت کی پیروی میں قائم وثابت قدم تھے' تواضع (انکساری) اور عمدہ اخلاق آپ پر ختم ہو گئی۔

مقام عبدیت

سید الاولیاء سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا کہ مجھے دو خصلتیں (خوبیاں) دی گئیں جو شیخ منصور بطائحیؒ کو نہیں دی گئیں۔ فرمایا شیخ منصور عاشق تھے اور میں معشوق ہوں' اور عاشق ہمیشہ تکلیف میں ہوتا ہے' معشوق بغیر کسی غم کے ہوتا ہے؛ مجھے حکمت دی گئی ہے اور شیخ منصورؒ اس سے عاری تھے (محروم) تھے' میں اس درجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اپنے دل کی نافرمانی کروں تو اللہ عزوجل کی نافرمانی کروں اس لئے کہ میرے دل کی بینائی (بصیرت) اللہ کے احکام کے موافق ہے اس جگہ پر پہونچنے کی وجہ یہ ہے کی دل عبدیت (بندگی) کے مرتبہ کو پہونچ گیا ہے' جو کہ قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "بیشک میرے بندوں پر تیرا (شیطان) کوئی زور یا غلبہ نہیں چلے گا"۔
(سورۃ الحجرات: ۴۲)

شیخ عبدالواحد بن زید بن شہاب الدین احمد الکیال قدس اللہ سرہ' فرماتے ہیں کہ ولی اللہ شیخ ابو مدین مغربی قدس اللہ سرہ' (اللہ تعالیٰ ان کے شرف کو بڑھائے) نے دیکھا اور کہا کہ ہمارے نزدیک عراق میں ایک بہت بڑے بزرگ شیخ سیدی احمد رفاعیؒ ہیں' آپ نے مغرب میں ان کے مکافات (حالات و درجات) سنے ہوں گے' میرے اس کہنے سے وہ تنگ دل ہوئے اور کہا کہ تو کیا کہتا ہے' سبحان اللہ ہم کیونکر نہیں جانتے ہیں' وہ آج امام الصدیقین و غوث زماں و ظل اللہ علی المشرق والمغرب مجموعہ ہیں اور ہر ولی آج ان کے جھنڈے کے نیچے ہے اور سب ان کے لشکر میں ہیں۔

میں نے کہا اے سید (اللہ تجھے برکت دے) ہم نے اس جلیل سید سے وہ حروف جو اس کے معانی کی طرف اشارہ کرتا ہے نہیں سنا' وہ ایک شخص بلند مقام ہے' مدہوشی ان کے حال پر غلبہ نہیں کرتی' وہ بھیدوں کا جاننے والا ہے اور طور طریقوں کا مالک ہے۔

شیخ ابو مدین مغربی قدس اللہ سرہ' مشائخ کے سردار اور صدر بزم کبار عارفین تھے اور آپ بہت عالی ہمت اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے آپ کو بارگاہ قدس میں مقامات عالیہ تک رسائی تھی اور ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف کی قوت عطا فرمائی تھی آپ کی شہرت مشرق و مغرب میں اس درجہ پھیل چکی تھی کہ دور دراز سے لوگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے تھے۔

سید عزالدین الصیادؒ وظائف احمدیہ میں فرماتے ہیں کہ عارف باللہ سید حسن مصلح الدین موسویؒ نے فرمایا کہ جس وقت ام عبیدہ میں سیدی احمد رفاعیؒ کی زیارت سے سرفراز ہوئے' غیب و شہادت کا جاننے والا یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے ایسی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا یا مجھے سیدی احمد رفاعیؒ کے سامنے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ذیشان بادشاہ کی ہیبت بھی اس طرح کی نہیں ہو سکتی' میں نے حضرت سیدی احمد رفاعیؒ کی شان میں قصیدہ پیش کیا تو آپ نے میرے حق میں اچھی دعا فرمائی اور کہا کہ میرے چچا کے بیٹے اگر تو اللہ اور رسول ﷺ کی درگاہ میں مقبول ہو گیا تو اس زمانہ یا وقت کو فائدہ مند تجارت شمار کرنا چاہئے۔

سید حسن مصلح الدین موسویؒ فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے خواب میں حضرت فاطمہ الزہرہؓ کو دیکھا آپ فرماتی ہیں کہ اے حسن تیری تجارت فائدہ مند ہوئی' اس لئے کہ تو نے میرے بیٹے احمد بن ابی الحسن

الرفاعیؒ کی تعریف میں قصیدہ کہااور اس وجہ سے میرے والد حضرت محمد ﷺ کی درگاہ میں مقبول ہوا، میرے بیٹے احمد کو سلام پہنچا اور خوشخبری دے، جب صبح ہوئی تو نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر سیدی احمد رفاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؒ کی نظر میرے اوپر پڑی تو مسکرائے اور فرمایا وعلیکم السلام یا حسن تو دوستوں کی خوشبو کا تحفہ لایا ہے اس کے بعد بہت روئے اور فرمایا تو خوش ہو میں خواب کی بات کہتا تھا اور شرماتا تھا کہ میں جانتا تھا اور دیکھتا تھا کہ سیدی احمد رفاعیؒ خواب میں میرے شریک تھے۔

شیخ ابو محمد شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی میں نے عرض کی "یا رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں ابن رفاعیؒ کے حق میں" آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لکل امتہ ومملکتہ عروس واحمد بن رفاعی المللتی"

ہر قوم اور سلطنت کے لئے ایک سردار ہوتا ہے اور احمد بن رفاعیؒ میری سلطنت کے سردار ہیں۔

حضرت شیخ ابن مختیار واسطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، حضرت سیدی احمد رفاعیؒ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے اور حضور نبی کریم ﷺ ان سے ارشاد فرماتے ہیں، میں تجھ سے راضی ہوں، حق تعالیٰ تجھ سے راضی ہے، شریعت تجھ سے راضی ہے اور امت تجھ سے راضی ہے۔

علامہ محمد یحیٰ تادنیؒ "قلائد جواہر، مناقب غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ" میں لکھتے ہیں کہ سادات مشائخین سے سید محی الدین سید العارفین ابو العباس احمد بن علی بن یحیٰ بن خازم رفاعی مغربلی ابطائحی قدس اللہ سرہ، ہیں، آپ عظیم القدر شان والے ہیں اور آپ کا مقام بہت بزرگ اور احوال مشہور تر ہے حاجت بیان نہیں، آپ ان چار اقطابوں سے ہیں جو اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے تھے اور مردوں کو حکم الٰہی سے زندہ کرتے تھے، دنیا میں جو چار اقطاب مشہور ہیں ان میں سے ایک آپ ہیں، آپ کے مرید ہر شہر و دیار میں کثرت سے موجود ہیں اور ممالک اسلامیہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو، آپ ان اقطاب میں سے ہیں جو اپنے احوال پر غالب اور باطن پر حاوی تھے علوم طریق میں لوگوں کے حالات و مشکلات کے کشادہ کرنے میں سرداری آپ پر ختم ہو گئی (علامہ ابو الہدیٰ)

شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف حریر اللخمی الشطونی فی الشافیؒ اپنی کتاب بہجۃ اسرار و معدن الانوار انی مناقب وحالا قطب زبانی غوث صمدانی حضرت سید محی الدین ابی محمد عبد القادر جیلانیؒ میں لکھتے ہیں۔

شیخ احمد بن ابی الحسن رفاعیؒ آپ عراق کے مشہور مشائخ اور بڑے عارفین و محققین میں سے تھے، صاحب

مقامات عالیہ وجلالتہ عظیمہ کرامات جلیلہ 'احوال روشنہ 'افعال خرقہ 'انفاس صادقہ 'صاحب فتح' قلب روشن' سر اظہر 'قدر اکبر' صاحب معارف غالب وحقائق روشنہ اور ارشادات علیہ تھے۔

قرب میں ان کا مکان مضبوط' حضور میں ان کی مجلس اعلیٰ' تمکین میں ان کا طور بلند' قوت میں ان کا مقام اعلیٰ تھا' تصرف نافذ میں ان کا قدم راسخ' احکام ولایت میں ان کا ہاتھ لمبا تھا وہ ان میں سے ایک ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے خرق عادات کیا ہے اور اعیان کو ان کیلئے بدلا ہے' ان کے ہاتھ عجائبات کو ظاہر کیا ہے ان کو مغیبات (غیب کی باتیں) کے ساتھ گویا کیا ہے' وجود میں ان کو تصرف دیا ہے ان کو مسلمانوں پر حجت بنایا ہے' سالکین کا انکو پیشوا بنایا ہے اور خاص وعام میں ان کو بڑا مقبول بنایا ہے۔ علم حال تحقیق میں وہ اس طریقہ کے رکن ہیں' اس شان کے وہ ایک فرد ہیں' اور سرداروں کے امام ہیں' داعیوں اور ہادیوں کے سردار ہیں۔ وہ ان میں سے ایک ہیں جنکی قطبیت کا ذکر ہوتا ہے' وہ ہی ہیں جو اپنے مریدوں کا نام دیوان اشقیا (گنہ گاروں کی فہرست) سے نکال کر نیک لوگوں میں شامل کردیتے ہیں' وہ ان میں سے ایک ہیں جو اپنے احوال پر غالب ہوئے اور اپنے اسرار کے مالک ہیں اور اپنی مراد پر غالب آئے' اپنے امر صحت زہد وکثرت حلم' شدت تواضع اور بڑے ایثار و گمنامیء نفس کے ساتھ غالب ہوئے جن کے ساتھ مثالیں دی جاتی ہیں ان جیسوں کی طرف امیدیں بڑھتی ہیں، سواریاں کسی جاتی ہیں اور بعض میں تو عمریں فنا ہوجاتی ہیں' کوئی تعجب نہیں اگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو ان کی محبت سے اور سینوں کو ان کی ہیبت سے بھر دیا اور نفوس کو اس کے ارادے کی طرف کھینچا اور اس کا ذکر تمام اطراف میں پھیل گیا اور زمانہ اس کی خوشبو سے معطر ہوگیا' پھر لوگوں میں ذکر اس طرح اڑا جس طرح ہوا کے ساتھ آگ پھیل جاتی ہے اور جہاں میں اس طرح بلند ہوا جس طرح صبح کے وقت خلد اونچا ہوتا ہے' علوم طریق میں ان تک ریاست پہنچ گئی احوال قوم کی انہوں نے شرع کی ان کے منازلات کی مشکلات کو کھولا' انہیں کے سبب مریدوں کی تربیت جنگل میں سرسبز ہوئی اس طریق کے بڑے بڑے عالموں نے ان کی صحبت میں تخریج کی، صاحب احوال صادقہ کے بے شمار لوگوں نے ان کی شاگردی کی' ہر بڑا عالم ان کی طرف منسوب ہوا اور جم غفیر ان کا تابع ہوا، لوگوں نے ان کی عزت وحرمت کی گواہی دی' چاروں طرف ان کی زیارت کا قصد کیا گیا اور علماء ومشائخ نے ان کو بزرگی وعظمت کی آنکھ سے دیکھا۔

ان کے عمدہ اخلاق واشرف صفات اکمل آداب' ان میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مناقب وفضائل جمع کردیئے تھے اہل خلائق کی زبان پر ان کا کلام عالی تھا اور انہوں نے فرمایا" میں ان کا شیخ ہوں جس کا کوئی شیخ نہیں' میں

منقطعین کا شیخ ہوں' میں اس مسافر بحری کا جو راستہ میں الگ پڑی ہے اس کا ٹھکانا ہوں۔

حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہ' اپنے سفر نامہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں شہر ام عبیدہ زیارت کے لئے حاضر ہوا خواجہء دو عالم سبب وجو حوا و آدم یعنی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ امت میری مرید سلطان احمد کبیر رفاعیؒ کی ہوگی' واضع ہو کہ تمام لوگ خشکی و تری کے سب مرید سید احمد رفاعیؒ کے ہیں' آپ کا مزار مبارک ام عبیدہ میں ہے' آپ جس وقت آسمان کی طرف نظر کرتے تو ساق عرش تک دیکھتے اور جب زمین کی طرف نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک دیکھتے' بارہ ہزار مرد اور عورتیں جمع ہو کر آپ کی خدمت سماع (اتب) کرتے اور آگ پر چلتے' آگ سے کھیلتے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔

آپ کی اولاد خانقاہ رفاعیہ ام عبیدہ میں تخت پر بیٹھتی ہے اور مشغول حق (ذکر الٰہی میں مشغول رہتی ہے) بادشاہ بغداد بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور ان سے دین و دنیا کی نصرت کی دعا چاہتا ہے' یہ فقیر (مخدوم جہانیان جہاں گشتؒ) بھی زیارت سے مشرف ہوا اور مرید ہوا' خاندان رفاعیہ میں بیعت کی۔

روضۃ الاعیان' الاصول اربیع فی مناقب غوث رفاعیؒ میں مرقوم ہے عارف باللہ عبدالملک بن حمادؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی احمد رفاعیؒ شیخ کبیر و رفیع القدر صاحب کرامات و جلیلہ و مناقب جمیلہ اور بہت کامل ولی ہیں اور خود ابن حمادؒ حضرت سیدی احمد رفاعیؒ کی خدمت بابرکت میں رہ کر کمالیت حاصل کی' آپ اپنے قصیدہ شریف میں سیدی احمد رفاعیؒ کی شان میں کیا خوب فرماتے ہیں اور سیدنا امام اکبر ابو العباس رفاعیؒ نے جناب باری سے بشارت پائے ہیں کہ آپ کے اتباع و مرید روز قیامت میں آئیں گے تو ان کی پیشانیوں پر نور سے یہ ایت لکھی ہوگی:

"انھم فتیہ امنوا بربھم و زدنا ھم ھدی"

علامہ عبداللہ بن اسد یافعیؒ فرماتے ہیں:

تواضع' قناعت' نرم گوئی' فروتنی' کسر نفسی' سلامت باطن کی صفائی آپ پر ختم ہوگئی۔

ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے:

سید احمد رفاعیؒ کو لوگوں کے نزدیک بہت مقبولیت حاصل تھی' آپ کے بہت سے شاگرد تھے جن کی گنتی ہی ہو نہیں سکتی۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں:

علوم طریقت کی صدر نشینی اور احوال سلوک کی شرح کرنے میں اور منازل سلوک کی دشواریوں کو ہلکا

کرنے کا ملکہ آپ پر ختم ہو گیا۔

بطائح (عراق) میں مریدی کا سلسلہ آپ ہی سے چلا بہت بڑی تعداد آپ کی صحبت یافتہ ہے مشائخ و علماء نے آپ نے تعریف کی ہے، آپ کو حال پر اور اسرار پر مکمل عبور حاصل تھا، اسی لئے کبھی شطحات (خلاف شرع) کا صدور آپ سے نہیں ہوا، اہل حقائق آپ کو اونچے کلمات سے یاد کرتے ہیں۔

صاحب 'الفتح المبین' سید ظہیر الدین قادریؒ لکھتے ہیں:

جو شخص مشہور و معروف بزرگ سید احمد بن رفاعیؒ کی حسن سیرت 'بلند ہمتی پر نظر کرے گا آپ کو کامل قطب، زاہد مرشد' متورم عالم فقیہ پائے گا، ہم آپ کے مخلص معتقد ہیں 'اللہ تعالیٰ آپ کے علوم اور آپ کے نیک ساتھیوں کے علوم سے ہم کو متمتع فرمائے۔

حضرت شیخ امام کبیر شیخ علی قاری قرشی واسطیؒ نے فرمایا کہ سید احمد کبیر رفاعیؒ راہ خدا میں ایسے کامل سالک ہوئے کہ انہوں نے سلوک سے سالکین کو عاجز کر دیا اور سلوک کو بیان کرنے والوں کی زبان کو کوتاہ کر دیا اور تفتیش دیوان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسروں کو لاچار کر دیا اور اپنے نفس کو ذلیل کرے تو عزت پائے اور اس کو پیچھے رکھے تو مقدم ہو 'اپنے نفس کی انانیت سننے سے دور ہوئے تو ایسا نور پیدا ہوا کہ اس نور سے روشنی لی جاتی ہے اور ایسا پہاڑ محکم ہو گیا کہ اس کی طرف التجا کی جاتی ہے' آپ بے شک عند اللہ و عند الرسولؐ 'عارفوں کے لئے وسیلہ ہیں' آپ کا مقام قطبیت و غوثیت سے بڑھ کر ہے اس پر اولیاء و علماء کا اتفاق و اجماع ہے اور آئمہ ء عارفین کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیتؓ کے بعد طبقہ ء مشائخ میں سید احمد کبیر رفاعیؒ مرتبہ میں بزرگ تر اور مقام میں بلند تر اور کرامات میں زیادہ تر اور طریق میں صحیح تر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں نیک تر کوئی ولی نہ ہوا۔

(حضرت شیخ علی قاری قرشی واسطیؒ حضرت سیدی احمد کبیر رفاعیؒ کے شیخ خلافت خرقہ ہیں)

عارف باللہ شیخ ابن عبد البصریؒ نے فرمایا ہے کہ سیدی احمد رفاعیؒ مومنوں کے وسیلہ ہیں اور آپؒ میں اور آپؒ کی اتباع میں روز قیامت تک برکت جاری رہے گی اور آپ ایسے مرشد ہیں کہ جناب الٰہی میں انکساری کرنے کی برکت سے نفس کے فریب و مکر کو بالکل توڑ دیتے ہیں اور ایسا درجہ ء مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ مریدوں میں آپ کو رسوا نہ کرے گا۔

ارشاد المسلمین میں لکھا ہے کہ حق جل و اعلیٰ نے اپنے کرم و عنایت کے سبب سیدی احمد کبیر رفاعیؒ کی

شان وافعال کو ملک وملکوت یعنی عالم ارواح میں خود ظاہر فرمایا اور ان کی عنایت مرتبہ اور ثبوت سے تائید فرمائی اور اولیاء کے کلام اور ان کے دلوں سو اس کی طرف متوجہ کر دیا اور ان کے در پر باہمت دوستوں کے قافلوں کو لے آیا اور لوگوں میں مقبولیت کے لشکر کے علم کو ان کے سر پر بلند کیا یعنی مقبول بارگاہ بنایا اور تمام اطراف میں دلوں کو ان کی محبت کی طرف مائل بنایا' معانی اور حقائق کے جاننے میں ان کو تصرف کامل عطا کیا اور ان کی تعظیم پر مخلوق کے دلوں کی گتھیوں کو مضبوط کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ "اہل عرفان و مشائخ وہ گروہ جو"

یقولون الحق ولا یبخسون الناس اشیاء ھم حسدا من انفسکم

(وہ لوگ سچ کہتے ہیں اور لوگوں کو ان کی چیزیں اپنے نفس کے حسد کی وجہ سے کم نہیں دیتے ہیں)

یہ صفت کاملہ انکی شان ہے سیدی احمد رفاعیؒ عزت و قدر کی حیثیت میں بزرگ اولیاء محمدیؐ میں سے ہیں اور صحابہؓ واہل بیت کے کوئی ان کی مثل نہیں آیا' رفعت منزلت جلالت مقام تمام متمکن (بلند مقام) اور نبیؐ کی عمدہ و پسندیدہ سنت کی پیروی میں کوئی حضرت والا پر فوقیت نہیں رکھتا ہے' اور بہ نسبت ان کی متواتر فیض پہنچانے والی کرامت پر کسی اور سے ان کی مثل متواتر صحیح شرعی طور پر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے روایت نہیں کی گئی ہے اور امت کے مشائخ میں سے کوئی بھی آپ کے علم و حکمت اور عرفان محمدیؐ کی مانند اور حسن خلق و مقام میں ترقی' کشادگیء باطن و علو ورفعت قدر اور شہرت کثرت اتباع' حکم کو پھیلانا' کرامات عظیمہ و کرم و حلم' تواضع' بزرگیء رفعت وروشن نسب میں ان کی مانند ہے' آپؓ کی خوبیاں لاتعداد اور لامتناہی بزرگی نہ دیکھی نہ سنی گئی ہے۔

حضرت شیخ عثمان سالم آبادیؒ نے فرمایا کہ سید احمد کبیر رفاعیؒ نے ظہور کیا ہے اور صالحین کے دروازے بند ہو گئے ہیں اور روز قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے غیبی دولت خاص آپؓ کے لئے ہے اور آپؓ کی اولاد کے لئے ہے۔

من الیوم الیٰ یوم الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تذکرۃ الکبیرؒ

الانصاری

(ضیاء الدین احمد الانصاری)

صدر عالی قدر، داعیٔ مجلسِ رفاعی، علمائے کرام،
فقرائے ذی احتشام، صوفیائے عالی مقام، مشائخین عظام اور
ناظرین وسامعین کرام

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

سردارِ اولیاء سیدنا احمد الکبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے مطالعہ، مشاہدہ اور مراقبہ جیسے مرحلوں سے گزرنا شرطِ لازم ہے۔ تب ہی مکالمے پر قیام ممکن ہے۔ یہ ایک نازک مقام ہے۔ جہاں نگاہ نہیں اٹھ سکتی وہاں قلم کیسے اٹھایا جاسکتا ہے؟

اس دور میں جہاں اطلاع کو علم سمجھا جائے، علم کو عرفان کا درجہ دے دیا جائے اور ادراک کی کسی بھی سرحد کو معرفتِ حق گردانا جائے وہاں حوالے کی تصانیف کے بغیر اس عاجز کے قلب پر اس مقالے کا القاء سیدنا احمد الکبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سلسلے کا روحانی فیضان ہے۔

عزیزانِ گرامی!

کمال کا تقاضہ ظہور ہے۔ اس لامتناہی کائنات کے خالق اور

اور قادرِ مطلق نے اولاً اپنے نور میں سے نور تخلیق فرمایا ۔ بعدہٗ سمٰوٰۃ اور سموات الرّعود کی تخلیق کی گئی ۔ پھر لوحِ محفوظ وجود میں لائی گئی جس پر کائنات کے لئے ایک مفصل لائحہ عمل کی ترتیب و تکمیل کا اذن ثبت ہوا ۔ کہکشانوں میں سے نظامِ شمسی کا انتخاب کیا گیا ۔ اس کے جلو میں کواکب معمور ہوئے ۔ کرۂ ارض پر حیاتیاتی ماحول سازگار بنایا گیا ۔ پھر حسنِ تخلیق یہ کہ آدم وحوا کو پیدا کیا اور انہیں زمین پر مبعوث کیا گیا ۔

یہ سب کچھ اس نورِ من نور اللہ کی بعثت کا اہتمام تھا ۔ سبحان اللہ وہ واحدہٗ لاشریک کمال ہے ۔ کائنات اس کا ظہور ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کمال کا مظہر ! اللہ اللہ کیا مقام اعلیٰ اور منصب ارفع ہے ۔ اس نور مجسّم کا !

بالائے شعور و ماورائے ادراک

مخفی مباد کہ سردار الانبیاء کے ذکر کے بغیر سردار الاولیاء کا تذکرہ نامکمل گردانا جائے گا ۔

آدم علیہ السلام کی نیابت سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کثیر تعداد میں پیغمبر بھیجے جو اپنی قوموں کی اصلاح نفس کر کے انہیں وحدانیت پر راسخ اور اپنی شریعت پر گامزن کرتے رہے ۔

وقت گزرتا گیا ۔ قومیں بنتی رہیں اور مٹتی بھی گئیں ۔

تلک الایام نداولھا بین الناس

پھر وہ دور آیا کہ طاغوتی قوتوں نے غلبہ حاصل کر لیا ۔ کفر والحاد ،

بربریت، بت پرستی، یہاں تک کہ انسان کی پرستش کی جانے لگی۔ ظلمت کا ایک عرصہ دراز دنیا پر سے گزر گیا۔ لیکن تابکے۔

کل یوم ھو فی شان

بالآخر وہ لمحہ منتظر بھی آگیا کہ غارِ حرا سے ایک نیر نور وحدانیت طلوع ہوا۔ جس نے چہار دانگ عالم کا احاطہ کر لیا۔ سرورِ کائنات، رحمۃ اللعالمین، سید الانبیاء رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین مبعوث ہوئے۔

یا یھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا

اعلائے کلمۃ الحق شروع ہوا۔ نزولِ قرآن کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین بھی ہوتی رہی۔ مجاہدے بھی ہوئے اور مجادلے بھی۔ اور عرب و عجم سے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں آنے لگے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام حق اور ان کا دورِ رسالت کائنات کی تاریخ کا ایک عظیم ترین اور بے مثل باب ہے۔ ایسا کہ شاید و باید۔

اسلام کا غلبہ اور وسعت طاغوتیت کی شکستِ فاش ثابت ہوئی۔ نبی آخر الزماںؐ کے دورِ رسالت اور پھر خلافتِ راشدہ کے دورِ حکومت تک طاغوتیت پر سکتے کا عالم طاری رہا۔ لیکن بعد ازاں ان طاغوتی قوتوں نے جن میں صیہونی، مجوسی، خارجی، نصرٰی وغیرہما اور عرب منافقین اور عجمی فلسفیوں کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔ اسلام

کی بیخ کنی کے لئے متفق و متحد ہو کر مذموم سازشیں شروع کر دیں۔ ایک حکمتِ عملی کے تحت یہ علماء و صوفیاء کے بھیس میں مسلم حکمرانوں کے درباروں میں در انداز ہوئے اور ان کی وساطت سے انہیں درس گاہوں میں کارِ تدریس سونپا گیا۔ دوسرے مرحلے میں یہ مداخلت کار صوفیاء کے حلقوں میں در انداز ہوئے۔ صوفیاء ہر دور میں اور ہر دور سے گزرے ہیں۔ تصوف کے تین اساسی نصاب ہیں:

۱۔ وحدانیت بدرجہ اتم ۲۔ کمال عبودیت اور تمام انکساری

مجاہدے اور ریاضت کے مرحلے نہایت نازک ہوتے ہیں۔ یہاں راستہ بھٹک جانا خارج از امکان نہیں ہوتا۔ طاغوتی گروہوں نے صوفیوں کے فلسفے میں الجھا دیا اور بہت سے صوفیاء راستہ بھٹک گئے۔ یوں طاغوتیت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔

عروج کے بعد زوال مادیت کا ایک ایسا کلیہ ہے۔ منفی قوتیں آہستگی کے ساتھ ابھرتی ہیں اور تیزی کے ساتھ پھیلتی ہیں۔ پھر جب مثبت قوتیں ان کے مقابل آجائیں تو وہ نہایت تیزی کے ساتھ اپنی کمین گاہوں میں مسخ ہو جاتی ہیں۔

وقل جاء الحق و ذھق الباطل، ان الباطل کان ذھوقاo

احیائے اسلام کا وقت آپہنچا۔ یہ اعزاز چھٹی صدی کو حاصل ہوا کہ سید الاولیاء، انوار الاصفیاء سیدنا احمد الکبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں تشریف لائے۔ یہ ۵۱۲ھ کا پُر آشوب زمانہ تھا۔ محترم سید وزیر علی الرفاعی نے ایک روز ارشاد فرمایا تھا کہ سردار الاولیا کی

ولادت سے ۴۰ روز قبل سرورِ کائنات ؐ نے ممدوح کے ماموں کو خواب میں باریاب کر کے یہ بشارت دی کہ چالیس دن کے بعد تمہاری بہن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ ولیوں کا ایسا ہی سردار ہوگا جیسا میں نبیوں کا سردار ہوں۔ اور اسکی نگہداشت اور تعلیم و تربیت سے متعلق ہدایت بھی فرمائی۔ سرکار نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ من وعن یہی ہوا۔ سید احمد کبیر اس دنیا میں تشریف لائے بیس برس کی عمر میں تحصیل علوم دنیوی سے فارغ ہوئے۔ سردار الاولیاء کے منصب پر ظاہر ہوئے اور احیائے اسلام کے فرائض سنبھالے۔ تعلیم و تدریس تو احکام نبوی کی تعمیل و تکمیل تھیں۔ اس ذات والاصفات کے لئے جیسے ولادت سے پہلے ہی علمِ لدنی عطا کر دیا گیا ہو۔

سیدنا احمد الکبیر الرفاعی علیہ الرحمۃ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ جناب غوث الاعظم ان کی والدہ کو بہن کہتے۔ اسی مناسبت سے سید احمد الکبیر انہیں "ماموں" کہہ کر مخاطب کرتے اور بہت احترام کرتے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرب اور رسولِ اکرم ؐ کے محبوب تھے۔ ایک غوث الاعظم تو دوسرے سید الاولیاء۔ دونوں کے مراتب اپنی اپنی جگہ بلند سے بلند تر۔ ایک نہایت ارفع و اعلیٰ مقام غوثیہ پر قائم تو دوسرے ولایت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!

عجیب بات ہے کہ جب سید الاولیاء کی شخصیت کا ذکر ہو تو یوں لگتا ہے جیسے ان کی کرامات کا بیان ہے اور جہاں ان کی کرامات کی

بات ہو تو محسوس ہوتا ہے گویا ان کی حیات والا صفات کا تذکرہ ہو رہا ہے یہ بھی ایک کرامت ہے!

آپ جمالِ وحدانیت کا مظہر اور کمالِ عبودیت کا پیکر تھے۔ نفیٔ ذات اور حق کا اثبات۔ مکمل اختیار لیکن مجسم انکسار۔ قلب نورِ محمدیؐ سے سرشار تو ذہن علوم و معرفت کا آئینہ دار۔ قرآنیات کا عکسِ جمیل اور اسوۂ حسنہ کی متحرک تمثیل۔ خدمت خلق ان کا شعار رہا۔ شریعت پر ایسے راسخ کہ ہر زمانے کے لئے مشعلِ راہ۔ رموزِ قرآنی، علم حدیث، فقہ، غرض تمام علوم ظاہری و باطنی پر مکمل عبور اور کیوں نہ ہو کہ وہ علم لدنی سے متصف ہو کر دنیا میں تشریف لاتے۔ ماشاء اللہ۔ ممدوح کی عبادت و ریاضت کے پسِ پردہ نہ دوزخ کا خوف نہ جنت کی تمنّا۔ آرزو ہوتی تو بس صرف رضائے الٰہی کی۔

ایک بیس پچیس سالہ جوان صالح نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ دینِ اسلام کے ہمہ جہت موضوعات پر تقریر کر رہا ہے۔ اسرار و رموزِ معرفت کا ایک دریا ہے کہ رواں ہے اور لوگ دور دور سے ہزاروں کی تعداد میں آرہے ہیں۔ ان میں طلباء کے ساتھ صوفیاء، علماء اور وہ اہل اللہ بھی ہیں جو ولایت کے مراحل طے کر رہے ہیں۔ ایک انبوہِ کثیر ہے کہ فیضان حاصل کر رہا ہے۔ تقریر فرماتے تو لوگوں کو "قال" کی حالت سے نکال کر "حال" کی کیفیت میں لے آتے۔ یہ بھی ان کی ایک کرامت ہے،

اہل اللہ وحدت و عبودیت، انکسار و خدمت اور شریعت پر گامزن رہتے ہوئے طریقت کی کیفیت میں مجاہدے کرتے ہیں۔ یوں حصول

معرفت کے لئے برسوں کی ریاضت کے بعد جو چند منظورِ نظر ہو جاتے ہیں وہ درجہ ولایت تک پہنچ پاتے ہیں۔ لیکن سیدنا احمد الکبیر الرفاعی رحمہ وہ واحد مستحسن ہستی ہیں جو بطن مادر ہی سے زمرۂ ولایت میں سردار الاولیاء کے لقب کے ساتھ دنیا میں تشریف لائے۔ یہ ایک بے مثل کرامت ہے۔

تصوّف کے راستے پُر پیچ بھی ہوتے ہیں اور پُر اسرار بھی۔ اور پھر بھٹک جانے کا خدشہ۔ طاغوتی قوتوں نے اسی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اللہ کے دین کو سبوتاژ کرنے کی مذموم دراندازی کی تھی۔ یہ سیدنا احمد الکبیر الرفاعی کا ایک عظیم ترین کارنامہ ہے کہ انہوں نے صوفیاء کی تہذیب نفس کر کے انہیں شریعت پر گامزن کر دیا کہ شریعت ہی تحفظ اور سلامتی کی وہ راہ ہے جس میں بھٹکنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ منزل مل جاتی ہے۔ یہ ممدوح کی عظیم کرامت ہے

چنانچہ آج بھی آپ سلسلۂ رفاعیہ کے وظائف کا مشاہدہ کریں گے تو آپ کو وحدانیت حق اور عبودیت کے ساتھ شریعت اور خدمت خلق کا لوازمہ اور شعائر نظر آئے گا۔ یہاں کلمۃ الحق کی گردان ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر بالجہر ہوتا ہے۔ ادھر یہ فرشِ زمین پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اُدھر اللہ عرشِ بریں پر ان کا ذکر کرتا ہے! اسی طرح کے اور بھی کئی سلسلے ہیں۔ اسلام میں فرقہ واریت کا کوئی تصوّر نہیں۔ مکاتیب اور مسلک ہیں اور ایک ہی منزل کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ صوفیاء ہوں یا اولیاء، غوث ہوں یا کہ قطب۔ سرچشمہ تو ایک ہی ہے

دریا ہیں کہ شاخ در شاخ رواں ہیں۔ قرآن، سُنّت، شریعت، طریقت و معرفت کا فیضان ہے کہ جاری ہے۔

قرآن مجید سے ہدایت پانا اور ہے اور اس کے علم تک رسائی اور۔ ہدایت کے لیے تقویٰ لازم ہے تو علم کے لیے تزکیہ۔ جنہیں ودیعت ایزدی حاصل ہو جائے وہ ہدایت بھی پا لیتے ہیں اور علم بھی۔ مگر حکمت؟... قرآنِ حکیم مکتوب کی صورت میں بیک وقت نہیں اُترا۔ کلام کی کیفیت میں نازل ہوتا رہا۔ تب ہی کلام اللہ کہلاتا ہے۔ علم الکلام میں الفاظ کے مزاج، اسلوب اور کیفیت کے ساتھ ساتھ لہجہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے مثلاً یہ تین الفاظ "کیا"، "بات"۔ "ہے"۔ یہ جملہ پانچ متفرق لہجوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ ہر لہجے کا مفہوم جُدا ہوگا۔ قرآن شریف کے بعض محکمات اور متشابہات کے ضمن میں اصل مفہوم وہ ہے جو اولیاء۔ علماء اور مشائخین سے سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے۔ لہجہ سمجھ لیا تو ہدایت و علم کے باوصف حکمت کی منزل آ گئی اور قرآن حکیم کے اعجاز و رموز کے پردے اٹھتے چلے گئے۔ اس جلوہ سامانی کے لیے وسیلہ شرط ہے کیونکہ اہل اللہ کو علوم باطنی پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔

تصرّف کے باب میں ہم پڑھتے اور سُنتے چلے آئے ہیں کہ بعض منتخب اہل اللہ زندگی میں بھی متصرف ہوتے ہیں اور وصال کے بعد بھی۔ اب دو نکات سامنے آتے ہیں۔ تصرّف اس مادی عالم میں اور تصرّف عالمِ ارواح میں۔ ہر عالم میں تصرّف کی صورت

کیفیت جداگانہ ہے۔ ہماری اکثریت اس وقت مادّی عالم میں ہے۔ معدودے چند وہ اولیاء و صوفیاء بھی ہوں گے۔ جو یہاں رہتے ہوئے بیک وقت عالم جبروت اور عالم ملکوت میں بھی موجود ہوں۔ ان کی تو بات ہی اور ہے۔ پہلے ہم اپنی بات کریں۔ تصرّف اور حیات بعداز وصال کے ضمن میں ہم پہلے تصرف کے موضوع پر آتے ہیں۔

اس دنیا میں ہم سب متصرف ہیں۔ آپ کو اپنی آنکھوں پر تصرف ہے آپ دیکھ رہے ہیں۔ سماعت پر تصرف ہے کہ سُن رہے ہیں۔ مجھے زبان پر تصرّف ہے تو میں بول رہا ہوں۔ مجھے اپنے ہاتھوں پر تصرّف ہے۔ میں چاہوں تو کسی کا گلا گھونٹ دوں یا دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعائے خیر کروں۔ اللہ نے ہمیں ارض و سماء تسخیر و تصرّف دے کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اختیار ہے کہ جو چاہیں کریں۔ لیکن یاد رہے حشر سامنے ہے۔ جزا بھی ہے اور سزا بھی ہے۔ یہ ٹھہری ہمارے تصرّف کی بات۔ جو مادّی ہے، عارضی بھی ہے اور محدود بھی۔ عامۃ الناس کا تصرف ظاہر ہوتا ہے جبکہ اہل اللہ کے تصرف کی کیفیت باطنی ہے۔ یہ تھے تصرّفِ مادی کے احوال۔ اب آیئے تصرفِ روحانی کی بات کریں۔

حدیثِ قدسی ہے جس کا مفہوم یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو بندہ میرا ہو جاتا ہے میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں۔ یہ حکم تو بندوں پر بھی جاری ہے۔ خاصانِ مقربین کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔؟

اب جبکہ ہم دنیا میں روحانی تصرف کی بات کر رہے ہیں تو میں

یہاں سلسلۂ رفاعیہ کے حوالے سے اپنا تاثر بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ مجھے جن عالی مرتبت ہستیوں سے شرفِ قربت حاصل ہوا وہ بلاشبہ عظیم ہیں۔ مجھ اندھے نے ٹٹولا تو محسوس ہوا کہ یہ جذب نہیں بلکہ سلب ہو گئے ہیں۔ شاید یہ بھی سلوک کی کوئی منزل ہو۔ اہلِ خدمت ہونے کے باوصف ان کو عملیاتِ قرآنی، اوراد و وظائف دعا و استدعا سے لے کر اسلاف کے عطا کردہ فیوض و برکات اور پھر ایک عالم سے دوسرے عالم تک رسائی کے ساتھ گزارش و سفارش کی منزلوں تک فیضانِ تصرّف حاصل ہے۔ **اللہ مزد فزد۔**

روحانی تصرف وہ کیفیت ہے جو اپنے شدائد و احوال کے ساتھ اثر پذیر ہوتی ہے۔ تصرف فی نفسہٖ ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کرنیں نظر نہیں آتیں مگر جس چیز پر پڑتی ہیں وہ منور نظر آتی ہے۔ یہی حال متصرّف کا ہے۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرتے۔ ان کے اثرات ایک مرحلے پر جا کر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یہ علمِ الٰہی رحمتِ نبوی، عالمِ بالا سے اترنے والے فیوض روحانی ہیں اور بس۔ اس سے آگے مجھ ناچیز کو کوئی شعور نہیں۔ ایک دبیز پردہ ہے۔ پسِ پردہ کیا ہے؟ پردہ ہے!

اب سوال یہ ہے کہ تصرف کی عالمِ ارواح میں کیا کیفیت ہے؟ وہ اہل اللہ جو اس دنیا میں حیات ہیں ان اولیاء کرام کے تصرف روحانی سے بھی فیض حاصل کرتے ہیں جو پردہ فرما چکے ہیں اور عالمِ بالا میں ہیں۔

ہم سب وحدانیت پر راسخ ہیں اور صرف اور صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔ وسیلہ اہل اللہ کا اختیار کرتے ہیں کہ وہ سفارش کر دیں تو

منزل آسان ہو جائے۔ لیکن یاد رہے قرآن حکیم میں واضح ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ۔ سفارش کے ضمن میں جسے عربی میں شفاعت کہا جاتا ہے اولیاء پہلے اللہ کے حضور التجا کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیجئے کہ ہم شفاعت کر سکیں۔ پھر جب اذنِ الٰہی ہوتا ہے تب شفاعت کا مرحلہ آتا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے اللہ کے مقرب بندے بھی شفاعت کر سکتے ہیں تو پھر اہل اللہ؟ اولیاء؟ اور پھر سردار الاولیاء؟ میری محدود دانست میں یہ سب رسولِ کریم کے وسیلے سے ہوتا ہے، راست نہیں۔ براہِ راست کو دعا کی جا سکتی ہے اور سرورِ کونین کے حضور سلام اور اللہ سے تخاطب کر کے درود بھیجا جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ استعانت یعنی مانگنا بھی اللہ اور صرف اللہ سے ہے۔ اہل اللہ وسیلہ ہو سکتے ہیں عالمِ ارواح کے حوالے سے۔ مجھ ناچیز کے خیال میں یہی روحانی تصرف ہے جس کا فیضان محسوس بھی ہوتا ہے اور کبھی نظر بھی آتا ہے لیکن پس منظر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عالمِ بالا سے تصرف روحانی کے کیا اسرار و رموز ہیں یہاں تشریف فرما عالی مقام عمائدین جنہیں علوم ظاہری اور رموز باطنی کا عرفان ہے اس موضوع پر کماحقہٗ، روشنی ڈالنے کے مجاز ہیں۔

سردارِ اولیاء کے رتبے کے بعد کسی اور ولی اللہ کو ان سے بلند تر کوئی مقام نہ مل سکا اور نہ حاصل ہو گا۔ ان کی بے شمار اور محیر العقول کرامتیں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔ لیکن ایک واقعہ جس سے مکرم سید بدرالدین

الرفاعی صاحب نے مجھے آگاہ فرمایا۔ وہ جمال آگہی ہے۔

سردار الاولیاء سیدنا احمد الکبیر الرفاعی کو حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینۃ النبی یاد فرمایا گیا۔ یہ عازم سفر ہوئے اور مسجد نبوی میں روضۂ رسول کے قریب پہنچ کر نہایت عجز و انکسار سے سلام پیش کیا۔

السلام علیکم یا جدّی۔ قبرِ اطہر سے جواب آیا

وعلیکم السلام اے میرے بیٹے۔

اس سلام کی اور اس کے جواب کی آواز مسجد نبوی میں موجود، دور و نزدیک، سب نے سُنی۔ پھر اللہ کے معشوق، اور پیغمبرؐ کے محبوب نے قدرے بلند آواز میں عرض کیا کہ اب تک تو میری روح آپ کے دربار میں حاضر ہوتی رہی۔ آج میں بذاتِ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ اپنا دستِ مبارک دراز فرمائیے تاکہ میں بوسہ دے کر سرفرازی حاصل کرسکوں۔

سید الانبیاء کا دستِ پرنور قبرِ اطہر سے باہر آیا۔ سید احمد الکبیر کمال ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور نبی آخرالزماں کے دستِ مبارک کا بوسہ لینے کا شرف حاصل کیا۔ ۹۰ ہزار سے زیادہ وہاں موجود زائرین نے یہ منظر دیکھا۔ ان میں علماء، اولیاء سب ہی تھے جن میں شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظمؒ نے بھی مشاہدہ کیا۔ پھر مسجدِ نبوی میں موجود ایک جمِّ غفیر نے سیّدنا احمد کبیر الرفاعی سے بیعت کی۔ اس قدر بلند مقام حاصل ہونے پر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر حرم شریف کے دروازے پر جاکر لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ میرے جسم پر پاؤں رکھ کر مجھے روندتے ہوئے گزر جاؤ۔ لوگوں کو پس و پیش ہوا تو سیدنا احمد الکبیر نے اصرار کیا کہ مجھے پامال کرتے ہوئے گزرو۔ یہ عجز و انکساری اور ردِ نفس کا

وہ ارفع مقام تھا جو نفیٔ ذات کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بظاہر تو یہ سردارِ الاولیاء کی کرامت اور سید الانبیاء کا معجزہ بعد از وصال تھا جو سب نے چشمِ بصارت سے دیکھا۔ لیکن میں بکمال عجز و تمام انکسار آپ سے مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ اس احقر کے ساتھ اس مقام مشاہدہ پر چلیئے جہاں مجھے لے جایا گیا، جہاں وقت کا کوئی تصور نہیں ہے اور جہاں سے میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔ خاتم النبیین کا دستِ مبارک قبر اطہر سے باہر ہے، سید احمد کبیر مصافحہ اور دست بوسی کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔ اس مقام سے اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھیئے تو یہ القاء ہوگا کہ سید احمد کبیر الرفاعی رسُول اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

عزیزو! یہ محض مصافحہ نہیں بلکہ بیعت تھی جس پر ۹۰۰ سال تک پردہ پڑا رہا جو آج یہاں اٹھایا جا رہا ہے۔ آخر میں، میں آپ سے مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ ہم طاغوتی قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے "رفاعیت" کو اپنا شعار بنا لیں۔ "رفاعیت" کوئی لفظ نہیں، ایک جامع اصطلاح ہے جو اس مقالے میں وضع کی گئی ہے۔ ان تمام احباب سے جو سلسلہ رفاعیت سے منسلک ہیں، میری استدعا ہے کہ ہم اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگی میں "رفاعیت" کی اصطلاح میں سوچیں۔ "رفاعیت" ہے سیدنا احمد الکبیر کی شخصیت صفات عالیہ، تعلیمات اور روحانی فیضان کی اصطلاح! "رفاعیت" کے معنی ہیں وحدانیت اپنے دلوں میں جاگزیں کرنا۔ "رفاعیت" اشارہ ہے عبودیت کے اس مقام کی جانب جو سردار الاولیاء نے قرآن و سنت اور شریعت کے باب میں اپنے متوصلین کے لیے متعین کیا۔ "رفاعیت" کا مطلب ہے عشقِ رسول ﷺ۔ "رفاعیت" عبارت ہے اس عمل سے جس کے ذریعہ ہم شریعت و طریقت کی راہ سے گزر کر معرفت کی منزل کی جانب رواں ہوں

آیئے۔ "رفاعیت" سے رہنمائی حاصل کریں اور دیکھیں کہ سید الاولیاء اور ان کے اخلاق کا فیضِ روحانی آپ کے قلوب پر جاری ہو رہا ہے۔

جنابِ صدر! میں ممنون ہوں کہ مجھے اس اجلاس میں مقالہ پیش کرنے کی سعادت ملی۔ مقالے کے اختتام پر چند تجاویز پیش کر رہا ہوں۔ یقین ہے کہ انہیں شرفِ منظوری حاصل ہوگا۔ بدقسمتی سے مسلم ممالک میں تعلیمی نصاب مغرب سے درآمد کیا جاتا ہے۔ یوں نئی نسل کو غسلِ ذہنی دے کر انہیں اسلام سے دُور کیا جا رہا ہے۔ خواندگی بڑھ رہی ہے تو علمیت گھٹ رہی ہے۔

- اگر تمام مسلم ممالک اپنے مدرسوں میں سیدنا احمد الکبیر الرفاعی کی شخصیت، تعلیمات، خدمات، عمرانیات کے باب میں ان کے پیغام الٰہیہ پر ایک مضمون اپنی نصابی کتابوں میں شامل کر لیں تو نئی نسل اسلام کے پیغام، اسکی اعلیٰ قدروں اور مختلف علوم کا اسلامی پس منظر میں مطالعہ کر سکے گی اور اسلامیات سے کماحقہٗ روشناس ہو سکے گی۔
- دوسری تجویز یہ ہے کہ اگر تمام مسلم ممالک جامعاتی سطح پر اقتصادیات، عمرانیات، نفسیات، طبعیات اور مابعد الطبعیات کے ساتھ "رفاعیات" کو ایک علمی شعبے کا درجہ دے کر ڈاکٹریٹ کی سطح پر فارغ التحصیل طلباء کو اس موضوع پر تحقیقی مقالات تصنیف کرنے کے لئے ایک ایک نشست کا بھی اہتمام کریں۔ تو دو چار برس کے بعد ہی عالم اسلام میں نئی نسل ایک نیا ذہنی اور روحانی انقلاب لائے گی جو علوم اسلامی کی ترویج و توسیع کی سمت نیا اقدام ہوگا۔

لاریب کہ بندرہویں صدی اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی صدی ہے۔

والسلام :

المفتقر الی فضل الباری، احقر العباد

ضیاء الدین احمد الانصاری

ولد

صحابیٔ رسول اللہ سیدنا ابو ایوب خالد

الانصاری المدنی

یہ مقالہ پاکستان میں دفاعی کانفرنس میں پیش کیا گیا۔

کراچی (پاکستان)

۲۵، جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ - ۱۷، اکتوبر ۱۹۹۸ء

(فرموداتِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

- مال فتنوں کا سبب، حوادث کا ذریعہ، تکلیف کا باعث اور رنج و مصیبت کی سواری ہے۔
- بے شک لوگ سونے چاندی کی نسبت اچھے ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔
- دولت مندی کی مستی سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ ایک ایسی لمبی مستی ہے کہ اس سے بہت دیر میں ہوش آتا ہے۔

(قولِ حضرت عمر فاروق)

احمق کی دوستی سے احتراز لازم ہے کیونکہ وہ اگر بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے تو بھی اس سے برائی سرزد ہوتی ہے۔

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال رح کی نظر میں

حضرت الشیخ سلطان العارفین

سید احمد کبیر الرفاعی قدس اللہ سرہ

کے متعلق

تاثرات

علامہ اقبال حضرت سید احمد کبیر رفاعی رض کے متعلق ان کی عظمت اور اپنے جذباتِ عقیدت کو اپنے نغموں میں سمو کر ان کی جلالتِ شان کو اسرار و رموز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کتاب الحکم جس کا اردو ترجمہ مولوی عبدالحلیم شرر نے کیا تھا جو اقبال اکیڈمی کی عنایت سے آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور نے شائع کیا۔

علامہ اقبال جب مثنوی اسرار و رموز لکھ رہے تھے تو یہ کتاب (الکتاب الحکم) خاص طور پر ان کے زیرِ مطالعہ تھی۔ انہوں نے حضرت الشیخ احمد الکبیر رفاعی رح اور آپ کی تعلیمات کے متعلق مثنوی رموزِ بے خودی میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں

شیخ احمد سید گردون جناب

آسمانوں کا سردار جناب شیخ احمد صاحب

کاسب نوراز ضمیرش آفتاب

نور کا کسب کرنے والا جس کے ضمیر سے آفتاب روشن ہے

گل کہ می پوشید مزار پاک او

اس کی مزار پاک جو کہ پھول پہن رہی ہے

لا الہ گریان و مدازخاک او

اس کی خاک سے لا الہ کہنے والے پھونک مار رہے ہیں

با مریدے گفت اے جان پدر

کسی مرید کے ساتھ بولے کہ اے باپ کی جان

از خیالات عجم باید حذر

کہ عجم کے خیالات سے پرہیز کرنی چاہیے

زانکہ فکرش گرچہ از گردوں گذشت

اس لیے کہ اس کا فکر اگرچہ آسمانوں سے گزر گیا ہے

از حد دین نبیؐ بیروں گذشت

مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حد سے بھی باہر گزر گیا ہے

اے برادر این نصیحت گوش کن

اے بھائی یہ نصیحت سن لے

پند آں آقائے ملت گوش کن

اس دین کے آقا کی نصیحت سن لے

قلب را زین حرف حق گردان قوی
اپنے قلب کو اس حق کے حرف سے بہت پھرا
با عرب در ساز تا مسلم شوی
عربیوں کے ساتھ عرب میں موافقت کرتا کہ تو مسلمان ہو جائے

*

حضرت سلیمان نے فرمایا :-

۱۔ بُرے نیکوں کی اور شریر راستبازوں کی اطاعت قبول نہیں کرتے
۲۔ قناعت بدن کو تازگی بخشتی ہے اور حسد بدن کو گلا دیتا ہے۔
۳۔ ہر ایک محنت میں فائدہ ہے لیکن زبانی جمع خرچ سے مفلسی آتی ہے۔
۴۔ عمدہ تعلیم سب سے بہتر جہیز ہے۔

حضرت السید الشیخ احمد کبیر الرفاعیؒ

حالات : حضرت سید احمد کبیر علیہ الرحمہ سلسلہ رفاعیہ کے بانی ہیں۔ اس برِّ صغیر میں سلسلۂ رفاعیہ کے عقیدت مند و مریدین کم ہیں، لیکن یہ سلسلہ عراق، عرب، مصر اور شام میں پھلا پھولا۔

حضرت سید احمد کبیر نے چھٹی صدی ہجری میں اپنے رشد و ہدایت کے چراغ کو روشن کیا۔ ان کی خانقاہ اصلاح و تربیت کا وہ گہوارہ رہی ہے جس سے ہزاروں انسان سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کر کے نکلے۔ اور مختلف ممالک کے گوشے گوشے میں پھیل کر عالم انسانیت کو سربلند کیا۔ اور بگڑے ہوئے انسانوں کو اصلاح و تقوی سے آراستہ کر کے معرفتِ الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی لگن ان میں پیدا کی۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی ولادت باسعادت ۱۵ ؍ رجب ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) قریہ حسن میں ہوئی۔ یہ قریہ واسطہ اور بصرے کے درمیان واقع ہے۔ آپ کی کنیت ابوالعباس اور لقب محی الدین تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سید احمد کبیر، بن سید علی، بن سید حسن رفاعہ الہاشمی
المکی مقیم بن سید احمد کبیر صالح بن سید موسیٰ ثانی،
بن سید ابراہیم مرتضیٰ، بن امام موسیٰ کاظمؒ، بن امام محمد باقرؒ
بن امام زین العابدینؓ، بن امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ کی رفاعی کی نسبت سے شہرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد میں سید حسن کا لقب رفاعہ تھا جس کے معنی بلند آواز کے ہیں۔ اسی نسبت سے آپ رفاعی مشہور ہوئے۔

حضرت سید احمد کبیر کی پیشانی سے بچپن ہی سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے شیخ عبدالسمیع حربونی سے قرآن مجید حفظ کیا، ۵۱۹ھ (۱۱۲۵ء) میں آپ کے والد نے بغداد میں وفات پائی، ان کے بعد آپ کے ماموں شیخ منصور بطاعی نے حضرت سید احمد کبیر کی تربیت اور سرپرستی فرمائی۔ اور آپ کو تعلیم کے لیئے ابوالفضل شیخ علی قاری واسطی کے پاس واسط بھیجا

بیس سال کی عمر میں آپ علوم مروجہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ جن اساتذہ نے آپ کے جوہر قابل کو نکھارا اور سنوارا اُن میں شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک الحربونی مشہور ہیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے پھر آپ علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ماموں شیخ بازالاشہب منصور کے دستِ حق پرست بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا، اور خانقاہِ ام عبید میں رشد و ہدایت کے چراغ کو روشن کیا۔ تشنگانِ علم معرفت پروانہ وار اس شمع معرفت کے گرد جمع ہونے لگے۔ وہ اپنے مریدوں میں صحیح جذبات پیدا کرتے اور ان کی صلاحیتوں کو صحیح طور پر بروئے کار لانے کے لیے ہمیشہ ساعی رہتے تھے۔ آپ کی نگاہِ دوررس زندگی کے ہر شعبے میں پہنچی اور آپ کا اصلاحی ہاتھ زندگی کے ہر پہلو میں محسوس کیا جاتا تھا

وہ اپنی تعلیمات میں اتباعِ شریعت و سنّت پر بہت زیادہ زور دیتے تھے

حضرت سید احمد رفاعی کے آئینۂ اخلاق میں تواضع، انکسار، اتباعِ سنت کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ: میں سلوک و معرفت کے تمام طریقے دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تواضع اور انکسار سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، اس لیے میں اسی کو پسند کرتا ہوں۔

اتباعِ سُنّت کے آپ خود بھی پابند تھے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تاکید فرماتے، علماءِ سُوا اور صوفیائے خام نے جو من گھڑت باتیں شریعت اور تصوّف میں داخل کی تھیں، آپ ہمیشہ اُن کی تردید فرماتے، اور بدعات کو مٹانے کی کوشش فرماتے۔

حضرت شیخ سید احمد رفاعی نے تالیف و تصنیف کو کبھی اپنا موضوع خاص نہیں بنایا بلکہ وہ وعظ و تذکیر کے ذریعے اعلاءِ کلمۃ الحق کرتے رہے جن کو آپ کے خدام اور مریدین تحریری طور پر محفوظ کر لیتے تھے۔ آپ کے مواعظ و ارشادات میں ایسی دل کشی تھی کہ ان میں "دل خیزد بر دل ریزد" کی کیفیت سامعین کو محسوس ہوتی تھی، مریدوں اور آپ کے خدام نے ان مواعظ و ملفوظات کو کتابوں کی صورت دی۔ اس نوعیت کے چند رسالے اور کتابیں جن کا اب تک پتہ چل سکا ہے، ان کے نام یہ ہیں (۱) مجالس الاحمدیہ (۲) کتاب الحکم (۳) آثار النافعہ (۴) الحکم الساطعہ (۵) البرہان المؤید وغیرہ ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے البرہان المرید کا بنیان المشید کے نام سے اردو ترجمہ کر کے اس کے فیوض و برکات کو عام کر دیا ہے۔

کتاب الحکم کا ترجمہ فارسی سے اردو میں مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے کیا تھا، جو ۱۹۱۶ء میں دلگداز پریس لکھنؤ سے چھپا تھا، جو مدتوں سے نایاب تھا، یہ سعادت علامہ محمد عبداللہ قریشی کو مقدر تھی کہ انہوں نے اس کتاب کو ایک فاضلانہ و مبسوط مقدمہ لکھ کر "ادارہ آئینہ ادب لاہور" سے شائع کیا میخانۂ معرفت کے متوالوں کے لیے نیا سامان بہم پہنچایا۔ ہم نے علامہ قریشی کے اس مقدمے سے اپنے اس مضمون میں استفادہ کیا ہے اور ہم قریشی صاحب کے شکر گزار ہیں۔

"کتاب الحکم"، کا یہ ترجمہ پند و موعظت کا ایک گنج گراں ہے، اور تصوف کے رموز و نکات کا ایک سدا بہار گلدستہ، جس کی خوشبو اہلِ نظر کے مشام جاں کو ہمیشہ معطر کرتی رہے گی۔

یہ نصائح اگرچہ انہوں نے اپنے ایک مرید شیخ عبدالسمیع کے لیے لکھی ہیں لیکن ان کی افادیت عام ہے۔

علامہ اقبال رح نے اپنے اشعار میں حضرت سید احمد رفاعی کے مرید کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ مرید بھی شیخ ہیں

عوام اور اہلِ علم کو عجم کے خیالات سے متاثر ہوتے ہوئے دیکھ کر یونانی فلسفے کی گرم بازاری اور عقلیت کے طوفان سے کے سرچشموں کو گدلا ہوتے ہوئے دیکھ کر حضرت احمد رفاعی بے چین ہو کر شیخ عبدالسمیع کو لکھتے ہیں۔

خبردار اہلِ عجم کی زیادتیوں سے دھوکا نہ کھانا اس لیے کہ ان میں بعض حد سے گزر گئے ہیں اور حبیب خدا حضرت رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس کو   فرمایا ہے۔

آگے چل کر انہوں نے توضیح کرتے ہوئے لکھا کہ:

ولی وہ ہے جو دل و جان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑے اور خدا سے راضی ہو، جو شخص خدا کے پاس پناہ لیتا ہے اس کی عزت بڑھتی ہے اور جو شخص خدا کے سوا کسی اور پر بھروسا کرتا ہے، ذلیل ہوتا ہے، جو شخص غیروں کے برتے پر بے پروا بنتا ہے۔ حقیر ہوتا ہے اور جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرتا ہے، گمراہ ہوتا ہے۔

پھر اسی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبدالسمیع کو لکھا کہ:

صوفی وہ ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے طریقے پر نہ ہو اور اس کے سوا اور کسی چیز کو اپنے حرکات وسکنات کی بنیاد قرار نہ دے۔

پھر ان کو نصیحت کی:

کسی شخص کو تو اگر ہوا میں اڑتا دیکھے تو بھی جب تک تو اس کے اقوال و افعال کو شرع کے ترازو میں نہ تول، اس کا اعتبار نہ کر۔

شیخ سید احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات کا اہم موضوع یہ ہے کہ وہ عرب کو علامت بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حنیف کی طرف توجہ دلاتے ہیں، اور عجم سے ان کی مراد وہ تمام تہذیبیں اور تمدّن ہیں جو بظاہر بڑی چمک دمک رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت سراب

زیادہ کچھ نہیں، جو اسلام کی روح سے محروم ہیں اور جو انسانوں کی روح کو مضمحل بناتے ہیں۔

علامہ اقبال کو ان کا یہ فکر و نظر بڑا متاثر کرتا ہے، علامہ اقبال کا چونکہ خود بھی یہ فلسفہ ہے، اور وہ عجم کے خیالات کو اسلام کی روح کے منافی سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ خود بھی اس فکر کو شعر کے سانچے میں ڈھال کر ملتِ اسلامیہ کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دگر بہ دشت عرب خیمہ زن کہ بزمِ عجم
مئے گزشتہ و جامِ شکستہ دارد

وہ ملّتِ اسلامیہ کے ادیبوں اور شاعروں کو اسی نکتے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے میانِ کیسہ ات نقدِ سخن
بر عیارِ زندگی او را بزن
فکرِ روشن بین عمل را رہبر است
چوں درخشِ برق پیش از تندر است
فکرِ صالح در ادب می بایدت
رجعتے سوئے عرب باید سپرد
تا دمد صبحِ حجاز از شام کرد
از چمن زارِ عجم گل چیدہ
نو بہارِ ہند و ایراں دیدہ

اندر کے از گرمیٔ صحرا بخور
بادۂ دیرینہ از خرما بخور

پھر ملت اسلامیہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشان احسان کو بیان کرتے ہوئے یوں نغمہ سرا ہیں:

دینِ فطرت از نبی آموختیم
در رہِ حق مشعلے افروختیم
ایں گہر از بحر بے پایاں اوست
ما کہ یک جانیم از احسانِ اوست
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گزاشت
داد ما را آخریں جامے کہ داشت

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی نے ۲۲، جمادی الاوّل ۵۷۸ھ (۲۳ ستمبر ۱۱۸۲ء) کو وفات پائی، اور ام عبیدہ کی خانقاہ میں مدفون ہوئے
حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے مریدوں کی تعداد اسی ہزار ایک سو بتائی جاتی ہے۔

دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ: وہ امام موسیٰ کاظم رح کی اولاد سے

سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ طریقت پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شبلی تک منتہی ہوتا ہے۔ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کو دیکھا تھا، اور ان کے بے حد معتقد تھے۔ ایک دفعہ اپنے مریدوں سے فرمایا کہ کس میں طاقت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے مناقب بیان کر سکے۔ اور ان کے مرتبے کو پہنچ سکے۔ ان کی ہستی ایسی ہے کہ ایک طرف ہم اور ایک طرف دریائے شریعت، ایک طرف ہم اور دوسری طرف دریائے حقیقت کرتے تھے۔ وہ بڑا بدقسمت شخص ہے جس نے حضرت عبدالقادر جیلانی رح کی زیارت نہ کی، سفینۃ الاولیاء میں ان کی تاریخ وفات ۱۲ جمادی الاول ۵۷۸ء (۱۱۸۳ء) مرقوم ہے۔

یہ تمام حالات حکمت رفاعی کے مقدمے، تصنیف علامہ عبداللہ قریشی سے ماخوذ ہیں۔

(ماخوذ از سفینۃ الاولیاء (ترجمہ اردو مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت سید احمد رفاعی سے انتہائی محبت کی وجہ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح ان کی والدہ کو اپنی بہن کہتے تھے۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے جمعرات کے دن ۲۲ جمادی الاول ۵۷۸ھ میں وفات پائی۔

میرے مرشد

از

محمد عبداللہ لودھی

خلیفۃ الرفاعی

سجادہ نشین مسندِ رفاعیہ حضرت پیر الحاج السیّد رضی الدین المرشید عرف لالہ میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی اور خاندانِ رفاعیہ عالیہ سے ہند و پاک کے علاوہ دیگر ممالک کے عوام الناس بخوبی واقف ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ آپؒ حضرت پیر السید رضی الدین رفاعی رحؒ اس دور کے ولیؒ کامل اور عالی مرتبت بزرگ ہیں۔ آپؒ کے فیوض ظاہری و باطنی

اور روحانی سے ہر خاص و عام لوگ مستفیض ہوئے اور نفع کمایا ہے۔
انشاءاللہ العزیز آپؒ کے فیوض و برکات ہمیشہ جاری و ساری
رہیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو ایسے خدا رسیدہ بزرگ جو
دین و دنیا کی ہمیشہ خدمت کرنے والے ہیں ان کی قرب و محبت اور شفقت
میں سایہ عطا فرمائے۔ آمین۔

سلسلۂ نسب : سجادہ نشین مسند رفاعیہ پاکستان حضرت الحاج پیر
السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعیؒ بن سجادہ نشین مسندِ
رفاعیہ بڑودہ ہندوستان حضرت السید بدرالدین رفاعیؒ بن حضرت
السید نورالدین رفاعیؒ بن حضرت السید فخرالدین الرفاعیؒ اور یوں
جدِ امجد الشیخ السید احمد الکبیر الرفاعیؓ سے ملتا ہے جو کہ آپؓ شہیدِ کربلا
سید الشہدا حضرت امام حسین اور حضرت امام موسیٰ الکاظمؓ کی اولاد
سے ہیں۔ اس طرح آپ کو الحسینی، الموسوی کہتے ہیں۔

پیدائش : سجادہ نشین مسند رفاعیہ پاکستان جناب حضرت الحاج
پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعیؒ ۱۹۰۸ء کو ہندوستان
کے شہر بڑودہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ سجادہ نشین مسند رفاعیہ
بڑودہ انڈیا حضرت السید بدرالدین ابوالعباس محمد فیض اللہ رفاعیؒ
کے تیسرے بیٹے ہیں۔ اسلیئے آپ سنجلے باوا کے نام سے مشہور ہوئے

آپ نے ایک حجِ اکبر اور اس کے علاوہ بھی کئی حج کئے اور
روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کئی بار حاضری کا شرف

حاصل ہوا۔ آپؒ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند اور سچے عاشقِ رسول ہیں۔ آپ رح کی ہر سانس عشقِ رسول ﷺ کے عشق و محبت میں نکلتی رہی ۔ اس طرح آپ رح اپنے پورے نام کے ساتھ حضرت الحاج پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی کہلاتے رہے۔

تعلیم و تدریس: آپ رض حضرت السید رضی الدین الرفاعی نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ بزرگوار کی گود میں حاصل کی۔ دینی و دنیاوی تعلیم بڑودہ ہی کی درسگاہ میں حاصل کی۔ علاوہ ازیں روحانیت، شریعت، طریقت معرفت اور حقیقت آپ کو اپنے والدِ بزرگوار اپنے دادا حضور نورالدین رح اور سلسلہ رفاعیہ عالیہ کے بزرگوں سے حاصل ہوئیں آپ رح نے اپنے جدِ امجد حضرت الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رض کے اقوالِ زریں پر عمل پیرا ہو کر حاصل کی۔

ہجرت: ۱۹۴۷ء کے آخر میں آپ مدح حضرت السید رضی الدین رفاعی نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت السید فخرالدین رفاعیؒ کے ہمراہ انڈیا کے شہر بڑودہ سے پاکستان کے شہر کراچی میں بمعہ اہل و عیال ہجرت فرمائی۔ اس وقت آپ رح کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھی اور یوں مستقل سکونت آپ رح نے پاکستان کے شہر کراچی میں اختیار کی اور پاکستان کے شہر کراچی میں سلسلہ خاندانِ رفاعیہ عالیہ کی بنیاد رکھی۔ اس طرح آپ رح پاکستان میں سلسلۂ رفاعیہ عالیہ کے

بانی کہلاتے ہیں۔

پیشہ: آپؒ کا ذہن شروع ہی سے کاروبار اور تجارت کی طرف راغب تھا۔ آپؒ انڈیا میں روحانی سلسلہ اور خدمت خلق کے ساتھ ساتھ کاروبار اور تجارت فرماتے۔ پاکستان آنے کے بعد بھی آپؒ نے تجارت اور کاروبار کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؒ شہہ سواری کے بہت زیادہ شوقین تھے اور اپنے شوق کی تکمیل کے لئے باغرض کاروبار و تجارت آپؒ انڈیا میں گھوڑے پر ہی سفر فرماتے تھے اور لطف اندوز ہوتے اور تسکینِ شوق فرماتے۔ آپؒ اپنے چاروں بھائیوں میں واحد تھے جو کاروبار و تجارت فرماتے۔

درس و تدریس: آپؒ نے سربلندئ اسلام اور سلسلہ خاندانِ رفاعیہ عالیہ کے فروغ و ترقی کیلئے ہندوپاک کے علاوہ سعودی عرب، عراق، کویت، ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، اردن، یروشلم اور دیگر ممالک میں اپنے بلوغتِ خطاب سے اسلام کا پرچار کیا اور سلسلہ رفاعیہ عالیہ کو فروغ دیا۔

ان ممالک میں آپؒ کے بے شمار خلفاء مریدین اور عقیدت مند موجود ہیں۔ آپؒ نے پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں اور اس کے علاوہ دو تین مرتبہ اپنے جدِ امجد حضرت الشیخ سیدنا احمد الکبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ اقدس اُمِّ عبیدہ عراق حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کیں۔

آپؒ کو اپنے جدِ امجد حضرت الشیخ سیدنا احمد الکبیر الرفاعیؓ سے بے انتہا

عشق ومحبت تھی اور والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ آپؒ نے اپنے جدِّ امجد حضرت الشیخ سیدنا احمد الکبیر الرفاعی معشوق اللہ کی شان میں ایک کتاب لکھی جو شانِ رفاعی کے نام سے شائع ہوئی۔ حلقۂ رفاعیہ سے تعلق رکھنے والے اور دیگر عقیدت مندوں، عاشقانِ اولیاء اور تشنگانِ سلوک کی معرفت کی سیرابی کیلئے یقیناً آبِ حیات اور بیش بہا خزانہ سے کم نہیں ہے۔

آپؒ اپنے جدِ امجد حضرت الشیخ سیدنا احمد الکبیر الرفاعیؓ کا سالانہ عرس مبارک شہر کراچی پاکستان میں نہایت ہی عقیدت و احترام اور شاندار طریقے سے مناتے۔ آپ حضرت السید رضی الدین رفاعیؒ نے اپنے جدِ امجد حضرت الشیخ السید احمد الکبیر الرفاعیؓ کی خدمتِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت ان الفاظ میں پیش کیا۔

؎ ان آنسوؤں کو روند کر سیلاب بنا دے
مقبول کر کے گوہر نایاب بنا دے

مزاج شریف: آپؒ کی طبیعت میں نہایت سادگی، عجز و انکساری، شائستگی اور ملنساری پائی جاتی۔ کوئی بھی شخص اگر ایک مرتبہ آپؒ سے شرفِ دست بوسی حاصل کر لیتا آپ کے در کا غلام بن جاتا۔ آپؒ اکثر وبیشتر اپنے خلفاء، مریدین، عقیدت مندوں اور معتقدین کو حقوق اللہ اور حقوق العباد اور سنت نبویؐ کی پابندی کی تلقین اور تاکید فرماتے۔ اگر کسی شخص کو مخاطب کرتے تو کبھی بھی اس کی طرف انگشتِ نمائی نہ فرماتے بلکہ آپؒ کی انگلی زمین بوسی فرماتی۔ کبھی

سامنے والے کی طرف سیدھی نہ ہوتی۔

گاہ بگاہ حاضرین کی غلطیوں کو درگزر فرماتے اور آئندہ کے لیے اصلاح فرماتے۔ اگر کسی شخص کی کوئی بات خلافِ شرع یا خلاف سنت ہوتی تو آپؒ کو بہت ناگوار گزرتی اور اگر بہت زیادہ دل آزاری ہوتی تو آپؒ جلال میں آجاتے اور آپکے جلال کی تاب لانا بہت مشکل اور کٹھن مرحلہ ہوتا لیکن آپؒ کا یہ جلال زیادہ دیر قائم نہ رہتا اور پھر آپ درگزر فرما کر اُس کو اپنے گلے لگا لیتے اور اس کی سنت کے مطابق اصلاح فرماتے۔ اپنے پڑوسیوں کا بے انتہا خیال کرتے۔ مہمانوں کی خاطر مدارت اور تواضع فرما کر خوش ہوتے۔ لنگر کا کھانا سب مہمانوں کو کھلانے کے بعد باقی ماندہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے

عزیز و اقارب، دوست و احباب، خلفاء، مریدین، عقیدت مندوں اور معتقدین کو ہند و پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں طبیعت ناسازی کے باوجود علومِ ظاہری و باطنی سے فیوض و نفع پہنچاتے۔

قیام ٹرسٹ: آپ کی یہ خواہش تھی کہ سلسلۂ رفاعیہ عالیہ کے فروغ و ترقی اور بنی نوع انسان کی بلا امتیاز فلاح و بہبود اور خدمت کے لئے کوئی کام کرنا چاہیے۔ لہٰذا آپؒ نے خلقِ خدا کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے اور انتہائی تندہی، جد وجہد، محنت اور لگن سے شب و روز کام کرنے لگے اور بالآخر بزمِ رفاعی وجود میں آئی۔ اور اس پر بھی آپ نے اتفاق نہ کیا اور مسلسل مصروفِ عمل کے بعد ۱۹۷۳ء میں آپؒ نے

بنی نوع انسان کی بلا امتیاز فلاح و بہبود اور خدمت کیلئے رفاعیہ ٹرسٹ قائم کیا۔ اور رجسٹرڈ کرایا۔ اور ایک کابینہ تشکیل فرمائی۔ سب لوگوں کے متفقہ فیصلے اور آراء سے آپ کا انتخاب بلا مقابلہ چیئرمین رفاعیہ ٹرسٹ عمل میں آیا۔ آپ نے ٹرسٹ کے دیگر عہدیداران کا انتخاب بھی بلا امتیاز اور سب کے متفقہ فیصلے سے کرایا جن میں صدر، نائب صدر، جنرل سیکریٹری جوائنٹ سیکریٹری، فنانس سیکریٹری (خزانچی) پروپیگنڈہ سیکریٹری کا چناؤ ہوا۔ اور یوں رفاعیہ ٹرسٹ کا وجود قائم ہوا۔

الحمدللہ! رفاعیہ ٹرسٹ آج بھی سُنتِ نبویؐ کے مطابق بلا اشتہار و تشہیر کے یتیموں، بیواؤں، لاوارث اور مستحق لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا ہے۔

دُعا گو ہوں خداوندِ کریم رفاعیہ ٹرسٹ کو شب و روز ترقی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین۔ اور خلقِ خدا یوں ہی سنتِ نبویؐ کے مطابق مستفیض ہوتی رہے۔ آمین۔

عیادتِ سجادہ نشین (مسندرفاعیہ عالیہ بڑودہ (انڈیا) گجرات

سجادہ نشین مسندِ رفاعیہ عالیہ بڑودہ انڈیا جناب حضرت پیر السیّد حسام الدین الرفاعی صاحب کے علیل ہونے کی اطلاع جب آپ کے چھوٹے بھائی سجادہ نشین کراچی پاکستان السید رضی الدین الرفاعی صاحب کو ملی تو آپ اپنے بڑے بھائی کی عیادت کیلئے ۱۹۷۷ء میں

پاکستان سے انڈیا روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ آپ کے بڑے صاحبزادے جناب حضرت السیّد جلال الدین عرف بادشاہ میاں رفاعی بھی شریکِ سفر تھے۔

بڑودہ (انڈیا) پہنچنے پر سب سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے کے ہمراہ اپنے بڑے بھائی قبلہ حسام الدین الرفاعی صاحب سے ملاقات فرمائی تو اس وقت آپ کی طبیعت ناقابلِ حد تک بگڑ چکی تھی جس کا آپ کو بے حد ملال ہوا۔ آپ نے بڑے بھائی صاحب کی ہمت و حوصلہ افزائی فرمائی۔ تسلّی و تشفی و دلجوئی فرمائی۔ اور بارگاہِ الٰہی میں آپ کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائی۔ اسکے باوجود مصلحتِ خداوندی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ نے انتہائی صبر و تحمل، شائستگی اور ادب سے اپنے بڑے بھائی قبلہ السّید حسام الدین الرفاعی صاحب سے دریافت کیا۔ آپ مسندِ رفاعیہ عالیہ کی سجادگی کے لیئے کس کو پسند فرماتے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی نے جناب کمال الدین ابن حسام الدین الرفاعی ساکن بڑودہ کی طرف نشاندہی فرمائی لیکن اس کے باوجود اہلِ خانہ، عزیز و اقارب، خلفاء، مریدین اور عقیدت مندوں کی آراء کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اس میں مسندِ رفاعیہ عالیہ کی جانشینی کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

تجہیز و تکفین سجادہ نشین (بڑودہ شریف)

سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ بڑودہ انڈیا جناب حضرت پیر السید حسام الدین الرفاعی رح ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اس دارِ فانی سے

رحلت فرما کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعون)
اس وقت وہاں پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت السیّد رضی الدین رفاعی صاحب موجود تھے۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں اپنے قبلہ بڑے بھائی کی تجہیز و تکفین کے فرائض ادا کئے۔ اور بہ پہلو جناب السید فخر الدین الرفاعی رح سپردِ خاک کیا۔ اور دعا فرمائی اللہ جل شانہٗ میرے بڑے بھائی قبلہ حضرت السید حسام الدین الرفاعی کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے مرقد کو اپنے نور سے منوّر فرمائے۔ تمام پسماندگان، اہلِ خانہ، رشتہ داروں، عزیز واقارب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اور تمام خلفاء، مریدین، عقیدت مندوں و معتقدین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے
آمین۔ ثم آمین۔

خرقہ رفاعیہ سجادگی و دستار بندی بڑودہ انڈیا (گجرات)

سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ جناب حضرت پیر السید رضی الدین الرفاعی صاحب نے مسند رفاعیہ عالیہ بڑودہ انڈیا کی جانشینی کے لئے اپنے بڑے بھائی جناب حضرت السید حسام الدین الرفاعی کے حکم کے مطابق جناب بھابی اماں صاحبہ، جناب السید احمد اللہ الرفاعی صاحب و جناب جمال الدین الرفاعی صاحب، جناب جلال الدین عرف بادشاہ میاں الرفاعی صاحب سے فرداً فرداً مشورہ کرنے کے بعد دیگر اہل خانہ، عزیز واقارب و رشتہ داروں خلفاء، مریدین عقیدت مندوں و معتقدین اور فقراء رفاعیہ سے دریافت کیا کہ مسند رفاعیہ عالیہ کے فرائض کی ادائیگی کے لیے کس کو فائز کیا جائے۔ آپ تمام حضرات اپنے خیالات اور آرا کا اظہار فرمائیں۔ ان تمام حضرات اور

پورے جلسۂ عام نے متفقہ فیصلہ جناب السید کمال الدین الرفاعی ابن جناب پیر السید حسام الدین الرفاعی کے حق میں دیا۔

آپ جناب میرے پیر محترم قبلہ باپو السید رضی الدین الرفاعی صاحب نے تمام اکابرین سے اجازت واختیار لے کر بموجبِ دستورِ قدیم جم الغفیر کے روبرو خانقاہِ رفاعیہ عالیہ بڑودہ میں جناب حضرت السید کمال الدین ابن جناب حضرت السید حسام الدین الرفاعی کو خرقہ خلعت سجادگی ودستارِ عظمتِ رفاعیہ اور مسندِ اجلال رفاعیۂ عالیہ پر فائز فرمایا۔ پھر ایک ہجوم نئے سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ رفاعیہ بڑودہ کی دست بوسی کے لیے ٹوٹ پڑا۔

آپ نے دعا فرمائی۔ جنابِ السید کمال الدین رفاعی صاحب کو سجادہ نشینی مسند رفاعیہ عالیہ بڑودہ سرفراز فرمائے۔ اپنی راحت و آرام اور عیش کو بالائے طاق رکھ کر دکھی انسانوں کی خدمت کریں۔ رفاعی خاندان کا فیض تاقیامت جاری رہے۔ اس بارگاہِ رفاعیہ عالیہ سے کوئی خالی ہاتھ نہ لوٹے۔ آمین۔

خرقہ رفاعیہ سجادگی و دستار بندی۔ کراچی۔ پاکستان

جناب حضرت الشیخ سیدنا السید احمد الکبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر تمام اہلِ خانہ، عزیز واقارب اور رشتہ داروں کی موجودگی میں اور تمام خلفاء مریدین، عقیدت مندوں، معتقدین،

فقراء رفاعیہ اور بھرے مجمع عام میں آپ جناب ۔ رے پیر و مرشد قبلہ الحاج حضرت السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں الرفاعی صاحب نے ۱۹۸۴ء میں اپنے تینوں صاحبزادوں جناب حضرت السید جلال الدین عرف بادشاہ میاں الرفاعی صاحب و جناب حضرت السید وزیر علی الرفاعی صاحب و جناب حضرت السید بدرالدین الرفاعی صاحب کو خرقہ رفاعیہ عالیہ سجادگی و دستار بندی عطا فرمائی اور سلسلہ رفاعیہ عالیہ کے تمام امورِ طریقت و شریعت و معرفت، عنایت و مرحمت سے سرفراز فرمایا اور اپنے تینوں صاحبزادوں کو ہدایت فرمائی کہ میرے بعد تمام خلفاء و مریدین، عقیدت مندوں، معتقدین اور فقراء رفاعیہ کی اصلاح و فلاح، قلوب کی درستگی اور رہنمائی کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہونے کی تلقین و تاکید فرمائی اور خاندان رفاعیہ عالیہ کے فیضِ عام کو تا قیامت جاری و ساری رکھنا اور درِ رفاعی سے کسی کو مایوس نہ لوٹانا۔ آمین

کرامت : جناب حضرت الحاج پیر السید رضی الدین الرفاعی رح سے یوں تو بہت سی کرامات ظہور پذیر ہوئی ہیں لیکن یہاں پر وقت کی کمی کی وجہ سے صرف ایک کرامت کے ذکر پر اکتفاء کروں گا۔

جناب محمد ادریس ولد جناب محمد عمر صاحب ساکن فلیٹ نمبر ۱۰۲ فرسٹ فلور شمع پلازہ کھارادر، کراچی۔ نے آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل جب ان کی عمر تقریباً ۱۲ سال کے لگ بھگ تھی۔ محمد ادریس نے ۶ محرم الحرام کے جلوس میں لوگوں کو ماتم کرتے دیکھا تو خود بھی شدتِ جذبات میں آ کر

اپنی زبان پر کما (تلوار) سے اتنی زور دار ضرب لگائی کہ زبان کٹ کر ہاتھ میں آگئی۔ وہ یہ دیکھ کر خود پریشان ہوگیا کیونکہ اس کی زبان سے الفاظ کی ادائیگی بند ہوگئی تھی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اپنی یہ حالت دیکھی تو وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر پہنچا اور اپنے والدین کو اشاروں سے تمام حال بیان کیا۔ ادریس کے والدین بھی اس کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور فوراً اُسے ہسپتال لے گئے۔ وہاں پر ڈاکٹروں نے دیکھنے کے بعد یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ زبان کا دوبارہ اپنی جگہ پر جوڑنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ادریس کے والدین اور عزیز و اقارب نے اپنی تسلی و تشفی کے لیے اور دوسرے بڑے ماہرین ڈاکٹروں سے بھی معائنہ کرایا۔ تمام ماہرین ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ زبان پر ٹانکے لگانا ناممکن اور مشکل ہے لہٰذا اس صورتِ حال سے ادریس اس کے والدین اور عزیز و اقارب کو شدید صدمہ پہنچا اور مایوسی ہوئی۔

اتفاق سے ادریس کے والدین کے جاننے والے ایک شخص پہلوان نے جو حضرت پیر الرفاعی کا عقیدت مند تھا اس نے سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ جناب حضرت پیر السید رضی الدین الرفاعی کے گھر کا ایڈریس دیا اور عرض کی کہ آپ یہاں پر تشریف لے جائیں۔ انشاءاللہ آپ کے بیٹے کی زبان ٹھیک ہو جائے گی۔

ادریس کے والدین اور عزیز و اقارب انتہائی پریشانی کے عالم میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کیا اور علاج اور دست دعا کی عرض کی۔ ادریس کے والدین آپؒ کی خدمتِ اقدس میں جب حاضر

ہوئے تھے۔ اس تنگ و دو میں کئی گھنٹے گزر گئے تھے جس کی وجہ سے زبان کا وہ کٹا ہوا ٹکڑا سوکھ کر سکڑ چکا تھا۔ آپ حضرت رفاعی نے ادریس اسکے والدین اور عزیز و اقارب کو صبر و تحمل ہمت و حوصلے کی تلقین فرمائی اور عرض کی کہ اللہ جل شانہ، بڑی قدرت والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہی کرم فرمائے گا اور وہی کرم فرمانے والا ہے۔ میں ناچیز اس قابل کہاں کہ کسی کو بولنے کی استطاعت دوں

میرے پیر و مرشد محترم قبلہ الحاج پیر السید رضی الدین الرفاعی رح نے ادریس کے والدین سے زبان کا وہ ٹکڑا لیا جس کو سوکھے اور سکڑے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اُس زبان کے ٹکڑے کو ایک صاف اور شفاف پانی کے پیالے میں رکھ کر آپ رح نے اپنا پڑھنے کا عمل شروع کر دیا۔ قدرت خدا کی دیکھتے ہی دیکھتے وہ سکڑا ہوا زبان کا ٹکڑا تر و تازہ ہو گیا اور بالکل دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ پھر آپ حضرت رضی الدین رفاعی رح نے اس زبان کے ٹکڑے کو لعابِ دہن لگا کر منہ میں زبان کے ساتھ جوڑا اور تقریباً دس پندرہ منٹ بعد آپ رح نے دریافت کیا۔ ادریس کیا بات ہے۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔

اللہ، اللہ یہ کرم خداوندی ہی تھا کہ ادریس نے کہا حضرت رفاعی میں بول نہیں سکتا ہوں۔ ادریس کی زبان سے ان الفاظ کی ادائیگی کے فوراً بعد حضرت قبلہ رضی الدین رفاعی رح اللہ تعالےٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کرنے اپنے کمرے میں لوٹ گئے اور واپس آکر فرمایا بیٹا ادریس اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو دوبارہ بولنے

کی استطاعت عطا ہوئی ۔ اور یہ فرماکر روانہ کیا کہ انشاء اللہ اب آپ بالکل ٹھیک ہیں ۔ جتنا چاہیں باتیں کریں ۔ کھائیں پیئیں اور بار بار شکرِ خداوندی ادا کریں ۔ یہ ماجرا دیکھ کر خود ادریس، اسکے والدین اور ہمراہ آئے ہوئے عزیز و اقارب خوشی اور مسرت کے مارے ششدر رہ گئے اور آپؒ اور اہل خانہ کے حق میں بے انتہا دعائیں دینے لگے ۔ اور آپؒ کی قدم بوسی کیلئے قدموں میں گر گئے ۔ آپؒ نے اُن سب کو اٹھا کر گلے سے لگایا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا

دوستو اور بھائیو، خلفاء، مریدین اور عقیدت مندو یہ کرامت آپؒ کی کوئی معمولی کرامت نہیں ہے ۔ چونکہ اس سائینسی دور میں ماہرین ڈاکٹروں نے بھی زبان کی اسٹچنگ (ٹانکے) لگانے سے معذوری کا اظہار فرمایا ہے اور اس زبان کا جو سوکھ، سُکڑ کر بالکل سیاہ ہو چکی ہو ۔ دوبارہ اپنی اصل حالت میں آکر کام کرنا کوئی معمولی کرامت نہیں ہے یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ایک زبردست انعام و اکرام ہے اور حضرت الشیخ سیدنا الشیخ احمد الکبیر الرفاعیؓ کی نظرِ کرم و عنایت ہے جو میرے پیر و مرشد قبلہ و محترم جناب الحاج حضرت السید رضی الدین الرفاعی کے ہاتھوں سرانجام پائی ۔ میں دعاگو ہوں، خداوند کریم آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولادِ جناب حضرت السید احمد الکبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح زبردست انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے ۔ آمین ۔

سجادہ نشین مسند رفاعیہ پاکستان الحاج پیر حضرت السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں الرفاعی کی کرامت جو محمد ادریس کی

زبان کے روپ میں زندہ جاوید ہے اللہ تعالیٰ اس کو قائم و دائم فرمائے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کیلئے مشعلِ راہ بنائے آمین۔

صدمات: آپؒ کو دنیاوی نشیب و فراز سے بے انتہا دوچار ہونا پڑا پے در پے کئی صدمات اٹھانے پڑے لیکن آپؒ نے اس رنج و علم کی کیفیت میں بھی کبھی صبر و تحمل کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اور اپنی تمام تر زندگی رضا الٰہی اور خلقِ خدا کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی اور رضا الٰہی پر ہی ہمیشہ شاکر و صابر رہتے۔ نہ کبھی کسی سے گلہ کیا اور نہ کبھی کسی سے شکوہ کیا۔ نہ کبھی نمود و نمائش کی خواہش رکھی اور نہ ہی مال و دولت کی تمنا کی۔ گوشہ نشینی، سادگی اور قناعت پسندی آپؒ کا ہمیشہ شیوا رہا۔ فقیرانہ اور درویشانہ مزاج کے مالک رہے۔ انتہائی سادہ کھانا تناول فرماتے۔ اپنے ساتھیوں کو اور مہمانوں کو اپنے ساتھ بیٹھا کر کھلاتے شکم سیری سے ہمیشہ گریز فرماتے اور اللہ جل شانہٗ کے حضور شکر بجالاتے۔

علالت: آپؒ کو ''انجائنا'' امراضِ قلب کا عارضہ تھا۔ اکثر و بیشتر شدید دردِ قلب کی کیفیت کو آپؒ برداشت فرماتے اور اظہارِ خیال سے گریز کرتے لیکن آپؒ کے افرادِ خانہ کو شدید تکلیف کا اندازہ آپ کی پیشانی سے ہوجاتا تھا اور فوراً اپنے فیملی ڈاکٹر کے مشورے سے آپ کو کئی مرتبہ امراضِ قلب کے اسپتال میں داخل کیا گیا۔

آپؒ کے صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کے علاج و معالجہ میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ بڑے سے بڑے اسپتال اور اچھے سے اچھے ماہرین ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا۔ آپؒ کے صاحبزادوں اور اہل خانہ نے آپ کی خدمت اور تیمارداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپؒ کے لخت جگر آپ سے بے انتہا محبت رکھتے۔ آپؒ کے ایک اشارے پر اپنی جان نچھاور کرتے۔ آپؒ کے بڑے بیٹے مرحوم جناب السید جلال الدین عرف بادشاہ میاں الرفاعیؒ آپؒ خود علیل ہونے کے باوجود آپ کی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ میں خادم ناچیز خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں آپ کے گھرانے کو اور اس میں بسنے والے ہر فرد کو اور بالخصوص جناب حضرت السید جلال الدین الرفاعیؒ جناب حضرت السید وزیر علی الرفاعی صاحب، جناب حضرت السید بدرالدین الرفاعی صاحب جو واقعی مستحق خیر و جزا ہیں۔

آپ کے خلفاء، مریدین، عقیدت مندوں، معتقدین اور فقراءِ رفاعیہ نے بھی آپ کی خدمت اور تیمارداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اور ہر شخص آپ کی صحت یابی کیلئے بارگاہِ الٰہی میں دعاگو تھا کہ یا اللہ جل شانہٗ تو اپنے خزانہ عظیم سے ہمارے پیر و مرشد کو صحت و تندرستی عطا فرما۔ بعض مریدین اپنی عمر اپنے پیر و مرشد کو لگ جانے کی دعا کرتے تو آپ انہیں سختی سے منع فرماتے اور ارشاد فرماتے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کیا کمی ہے جو وہ آپ کی عمر مجھے دے۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے تو اپنے خزانہ عظیم سے سب کچھ عطا کر سکتا ہے اور پھر آپ اپنی عظیم دعاؤں سے تمام حضرات کو مستفیض فرماتے۔

وصال: سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ پاکستان جناب حضرت الحاج پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں الرفاعی آخری ایام میں تقاضا عمر و ضعیفی بوجہ شدید نقاحت کافی علیل رہنے لگے اور اس علالت ہی کی وجہ سے جسم میں روز بروز کمزوری پیدا ہوتی چلی گئی۔ باوجود اس کے ماہرین ڈاکٹروں اور معالجوں سے مشورہ جاری رہا۔ دواؤں نے اپنا اثر چھوڑ دیا۔

مصلحتِ خداوندی! آپ بے انتہا لاغر ہو گئے اور بالآخر برضا الٰہی بروز منگل مورخہ ۲۲، اگست ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ بوقت رات ۹:۳۵ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

"انا لِلّٰہِ وانّا اِلیہِ رٰاجعون"

اولاد: جناب حضرت الحاج پیر السیّد رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعیؒ کے پسماندگان میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے فرزند جناب حضرت السیّد جلال الدین الرفاعی عرف بادشاہ میاں الرفاعیؒ آپ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئے تھے۔ اِس وقت آپؒ کے دو فرزند اور دو صاحبزادیاں حیات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ صحت وتندرستی کے ساتھ ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔

خراجِ عقیدت: آج بروز بدھ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو

رفاعیہ ٹرسٹ کا ایک ہنگامی اجلاس ، جس میں ہم سب مل بیٹھے ہیں
جناب الحاج پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں الرفاعی
رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے طلب کیا گیا ہے ۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن الفاظ سے میں اپنے پیر و مرشد
قبلہ باپو آنجناب حضرت الحاج پیر السیّد رضی الدین الرشید عرف
لالہ میاں الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کر سکوں لیکن
بارگاہِ الٰہی جل شانہٗ میں دستِ بہ دُعا ہوں کہ خداوند کریم آپؒ کی مغفرت
فرمائے ، جنت الفردوس میں عالی مقام عطا فرمائے ، مرقدِ رفاعی پر
اپنے نور اور رحمتوں کا نزول فرمائے ۔ آمین ۔

تمام پسماندگان ، اہل خانہ ، عزیز و اقارب ، رشتہ داروں ،
حاضرین مجلس ، خلفا ، مریدین ، عقیدت مندوں ، معتقدین اور
لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اس ناقابلِ برداشت صدمہ و
سانحہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

تعزیتی قرارداد : محترم جناب السید وزیر علی الرفاعی صاحب
محترم جناب السیّد بدرالدین الرفاعی صاحب کی جانب سے اظہار
تشکر پیشِ خدمت ہے ۔

ہمارے والد بزرگوار سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ پاکستان
حضرت الحاج صد محترم قبلہ پیر السید رضی الدین الرشید عرف

لالہ میاں الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر جن حضرات ، احباب ، عزیز واقربا ، خلفاء ، مریدین ، عقیدت مندوں ، معتقدین ، فقراء رفاعیہ اور دیگر صاحبان نے جن عظیم جذباتِ ہمدردی و پرخلوص تسلّی و تشفی کا اظہار فرمایا۔ اس سے ہم تمام اہلِ خانہ کو بہت ہی سکون قلب وراحت نصیب ہوئی۔

ہم سوگواران اس عنایت پر آپ تمام حضرات کے تہہ دل سے ممنون ومشکور ہیں ۔ اور دعا گو ہیں کہ خدائے بزرگ وبرتر آپ تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ اور ہمارے والد بزرگوار کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے ۔ آمین ۔

متمنیٔ دعا : سجادہ نشین مسند رفاعیہ عالیہ پاکستان

محترم آنجناب حضرت الحاج پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے اعلیٰ مرتبت بزرگ اور ولیٔ کامل ہیں ۔ میں آپؒ کے مرتبہ کے شایانِ شان آپؒ کی سوانح حیات پر عمدہ طریقہ سے روشنی نہ ڈال سکا چونکہ اس میں اور بہت سے پہلو تشنہ طلب باقی رہ گئے ہیں جس کا مجھے بے انتہا دکھ اور ملال ہے ۔ کیونکہ میں قلمکار ، مصنف یا صحافی نہیں ہوں بلکہ صرف خاندانِ رفاعیہ عالیہ کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں ۔ اور یہ جو کچھ بھی تحریر کیا ہے یہ مجھ ناچیز کو میرے پیر ومرشد آنجناب حضرت پیر السید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت اور آپؒ

کا قرب و محنت حاصل ہونے کا نتیجہ ہے اور جو مشاہدات میری نظروں کے سامنے سے آپؒ کی قربت میں گزرے اور جو کچھ آپ بھائیوں اور دوستوں سے حاصل ہوا ان کو انتہائی قلیل وقت میں بہت ہی مختصر سے الفاظ میں قلم بند کرنے کی ناکام سی کوشش کی ہے۔
اور اس کوشش میں میری رہنمائی میرے بابو قبلہ جناب حضرت السید وزیر علی رفاعی صاحب اور بابو قبلہ جناب حضرت السید بدر الدین رفاعی کی کاوشیں شاملِ حال ہیں جن کا میں بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ' سے دعا گو ہوں کہ خداوند کریم مجھے اور زیادہ اچھے اور احسن طریقے سے آپؒ کے شایانِ شان لکھنے اور خاندانِ رفاعیہ عالیہ کی خدمت کرنے کی توفیق اور استطاعت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

خاندانِ رفاعیہ عالیہ کا دستِ شفقت ، قرب و محبت اور رہنمائی ہر لمحہ شاملِ حال ہو۔ آمین ۔ مجھے امید ہے کہ آپؒ کی مختصر سی سوانح حیات کے مطالعہ سے آپ تمام حضرات مستفید ہوں گے اور مجھ ناچیز خادمِ رفاعی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔ آمین ۔

سلسلۂ خاندانِ عالیہ رفاعیہ کے بانی سرکردہ اور مورثِ اعلیٰ حضرت سلطان العارفین، زبدۃ الاولیاء، واصل الی اللہ، واقفِ اسرارِ شریعت، ماہر رموزِ طریقت، ابوالعباس، ابوالعلمین

سیدنا و شیخنا سید احمد کبیر الرفاعی معشوق اللہ من الیوم الی یوم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نامِ نامی اور اسم گرامی آپ کا احمد تھا۔ کنیت آپ کی ابوالعباس اور ابوالعلمین بھی مشہور ہے اور محی الدین لقب، جدِ امجد آپ کے سید حسن رضؓ اصغر رفاعتہ الہاشمی المکی جو کہ بہ لقب رفاعہ کے مشہور تھے۔ اس نسبت سے آپ رفاعی مشہور ہوئے۔ آپ حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے پابند تھے۔ آپ نسبتاً شہید کربلا، سید الشہداء حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام موسیٰ الکاظمؒ کی اولاد سے ہیں۔ اس وجہ سے الحسینی الموسوی کہلاتے ہیں

آپ کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے

حضرت والا آپ کا سلسلہ حضرت علی المرتضیٰ سے ملتا ہے اسطرح سید احمد کبیر ولد سید نور الدین ابوالحسن علی الہاشمی المکیؒ بن سید یحییٰ ابن سید ثابت بن سید حازم بن سید ابی المکارم المعروف رفاعتہ الہاشمی المکی الحسن مقیم الشبلی بن سید مہدی بن سید محمد ابی القاسم بن سید حسن بن سید حسین ابن سید موسیٰ الثانی بن الامام سید ابراہیم

المرتضیٰ ابن امام موسیٰ الکاظم ابن الامام جعفر صادق امام سید محمد باقر ابن الامام زین العابدین الامام امیر المومنین سید الشہداء امام حسین شہید کربلا ابن اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شجرۂ طریقت : شجرۂ طریقت حسب ذیل ہے

السید احمد کبیر الرفاعی عن الشیخ علاؤ الدین علی قاری الواسطی عن الشیخ ابن الفضل محمد بن کامخ عن الشیخ ابن علی المعروف بالعلام بن ترکان عن الشیخ علی ابن البازیاری عن الشیخ معلی العجمی عن الشیخ ابن علی بکر الشبلی عن سید الطائفہ جنید بن محمد البغدادی عن الشیخ السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائی عن الشیخ جبیب العجمی عن الشیخ ابن سعید سیدنا الحسن البصری عن امیر المومنین امام المشارق والمغارب سیدنا علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ وعلیہم۔

ہندوستان میں آمد : یوں تو خاندان رفاعیہ کے چند ایک بزرگ ہندوستان میں اس سے پہلے قیام پذیر ہوئے تھے۔ لیکن ان سے اس خاندان کا سلسلہ نسب زیادہ عرصہ نہیں چل سکا۔ لیکن سید عبدالرحیم رفاعیؒ جو ۱۰۶۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور آپ نے گجرات کے مقام سورت میں اپنا قیام فرمایا۔

حضرت سید عبدالرحیم رفاعی رح اپنے جد امجد حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی چودھویں پشت میں سے ہیں جن کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

شجرۂ نسب : سید عبدالرحیم ابن سید محمد ابن سید صالح ابن سید علی ابن سید عبداللہ ابن سید حسین الشریف ابن سید قاسم ابن سید یوسف ابن سید علی داغر ابن سید احمد ابن سید عبدالرحمٰن ابن سید عمر جلیس جیش اللہ ابن سید ابراہیم ابن سید معدن اسرار اللہ ابن سیدنا احمد کبیر الرفاعی معشوق اللہ رضوان اللہ علیہم۔

حضرت سید عبدالرحیم رفاعی کا دور شہنشاہ اورنگزیب کا دور تھا۔ اور شہنشاہ اورنگ زیب کے دربار میں نواب سید روح اللہ خانصاحب کی بے حد رسائی تھی۔ اور چونکہ نواب روح اللہ خان حضرت سید عبدالرحیم رفاعی کے بے حد معتقد تھے چنانچہ سید عبدالرحیم رفاعی کا تعارف نواب سید روح اللہ خان نے شہنشاہ اورنگ زیب سے کرایا۔ آپ کے کشف کمال سے شہنشاہ اورنگ زیب بھی آپ کا نہایت معتقد ہو گیا۔ اور آپ کی بے حد عزت و احترام کرتا تھا۔ سید عبدالرحیم رفاعی نے ملک دکن، ملہار، گنتور، کالی کٹ کا سفر کیا اور وہاں سلسلہ رفاعیہ کو فروغ دیا۔ آپ کے فرزند سید یوسف رفاعی بھی آپ کے ہمراہ تھے

سنہ ۱۱۲۵ھ میں سید یوسف رفاعی ملک جاوہ (انڈونیشیا) گئے۔ وہاں لوگوں نے آپ کی آزمائش کی۔ اور آپ بالآخر آگ سے گزرے جسے دیکھ کر سلطان جاوہ بہت ہی معتقد ہوگیا اور اپنی ایک بیٹی آپ کے عقد میں دی آپ نے ملک کا وسیع تر دورہ کیا اور بہت سے غیر مسلموں کو مشرف با اسلام کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ خاندانِ رفاعیہ کو بھی بے حد توسیع دی۔

سید عبد الرحیم رفاعی نے ہجری سنہ ۱۱۳۲ھ میں سورت کے مقام پر انتقال فرمایا۔ اور آپ وہیں خانقاہ عالیہ رفاعیہ عالیہ برپا بھاگل میں مدفون ہوئے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بہت سے بزرگ خاندانِ رفاعیہ کے ہندوستان میں اس سے پہلے تشریف لاچکے تھے۔ انہی میں سے ایک سید نجیب الدین عبد الرحیم محبوب اللہ رفاعی کے خاندان سے سید احمد اللہ رفاعی صاحب سن ہجری ۱۳۰۱ھ میں مشہر بڑودہ گجرات کی مسند جس کی شہرت دور دور تھی کے سجادہ نشین تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد سید نور الدین سیف اللہ رفاعی کو مسندِ سجادگی پر بٹھایا جائے۔ آپ نے اپنی بڑی صاجزادی حسینہ بیگم کا عقد سید نور الدین رفاعی سے کیا اور اس طرح حضرت سید نور الدین سیف اللہ رفاعی خانقاہ رفاعیہ بڑودہ شریف میں مسندِ رفاعیہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد سید بدر الدین محمد فیض اللہ رفاعی بتاریخ ۱۳۱۵ھ میں بحضور سجادگان مشائخان وخلفاء، علماء فقراء و مریدان کے سامنے دستار خلافت اور مسیخت سے سرفراز کیا۔ آپ سے چار صاجزادگان اور ایک صاجزادی تولد ہوئے۔ ا۔ سید حسام الدین

رفاعی ۲۔ سید زین العابدین رفاعی، سید رضی الدین رفاعی، سید فخر الدین رفاعی

سید بدرالدین رفاعی کا وصال ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ آپ ایک بلند پایہ بزرگ تھے اور آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور تقریباً ۳۵ سال آپ نے مجذوب حالت میں گزارے۔ باوجود اس کے آپ کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور آپ کی زیارت کیلئے دور دور سے لوگ آتے اور یوں ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا اور آپ کے فیوض وبرکات سے استفادہ کرتے۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے فرزند سید حسام الدین رفاعیہ کو خانقاہ عالیہ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ فی الحال سید حسام الدین رفاعی کے منجھلے صاحبزادے سید کمال الدین رفاعی خانقاہِ رفاعیہ بڑودہ کے سجادہ نشین ہیں۔ جب ہندوستان تقسیم ہوا تو پاکستان میں سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی جو کہ سید بدرالدین رفاعی کے منجھلے صاحبزادے ہیں، اپنے چھوٹے بھائی سید فخرالدین رفاعی کے ہمراہ کراچی پاکستان تشریف لے آئے اور یہیں مستقل قیام فرمایا۔ آپ تجارت کی غرض سے یہاں تشریف لائے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ تجارت کے ساتھ ساتھ خاندانِ رفاعیہ کی بقاء فروغ میں بھی کوشاں رہے۔ اور باوجود اپنی مصروفیات کے آپ کو اپنے جدِ امجد اور مورثِ اعلیٰ سید احمد کبیر الرفاعی سے حد درجہ محبت اور عشق سے معمور ہو کر پانچ مرتبہ آپ نے سید احمد کبیر الرفاعی کے روضۂ مقدس امِّ عبیدہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ بھی خدمتِ خلق میں

ہمہ تن مصروف رہے اور سلسلۂ رفاعیہ کو فروغ دینے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جب پاکستان بنا اس وقت خاندانِ رفاعیہ کے سلسلے کو بہت کم لوگ جانتے تھے اور یہ آپ ہی کی اعلیٰ خدمات اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اب پاکستان میں اکثر و بیشتر لوگ رفاعیہ سلسلے کو جاننے لگے ہیں۔

آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ ۱۔ سید جلال الدین رفاعی عرف بادشاہ میاں ۲۔ سید وزیر علی رفاعی ۳۔ سید بدر الدین رفاعی

آپ کو سید جلال الدین رفاعی کے بڑے صاحبزادے سید غلام محی الدین عرف شہزاد رفاعی سے بے انتہا محبت تھی۔ سید شہزاد رفاعی کا وصال بہت نو عمری میں ہوا جب وہ صرف چھ سال کے تھے المعروف معصوم شاہ اور آج آپ کا مزار خانقاہِ عالیہ رفاعیہ پاپوش نگر قبرستان میں لوگوں کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

مہمان نوازی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہمانوں کی خود تواضع کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بادشاہ حبش کی جانب سے کچھ مہمان آئے۔ آپ نے انہیں اپنے پاس رکھا اور خود مہمان نوازی کے کام انجام دیئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدمت ہم انجام دیں گے"۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے اس لیے میں خود ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

شجرہ نسب حضرت سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی

حضرت سید عبد الرحیم محبوب اللہ الرفاعی قدس

سید قطب عارف باللہ السید محمد امین الرفاعی

حضرت سید عبد الرحیم محبوب اللہ الرفاعی

حضرت سید یوسف الرفاعی

حضرت سید محی الدین الرفاعی

حضرت سید زین العابدین السید اللہ الرفعتہً الرفاعی

مولانا السید بدر الدین ابی الصالح محمد باقر المعروف سید شاہجہاں الرفاعی

حضرت سید ابی نظر محمد امین اللہ عرف سید حسام الدین الرفاعی

حضرت سید ابوالحسن شاہجہاں عرف نور الدین سیف الدین الرفاعی

حضرت سید بدر الدین محمد فیض اللہ الرفاعی

حضرت حاجی سید حسام الدین رفاعی
حضرت سید کمال الدین رفاعی
(سجادہ نشین بڑودہ گجرات)

حضرت سید زین العلبدین رفاعی

الحاج حضرت سید رضی الدین رفاعی
(سجادہ نشین پاکستان)

حضرت سید فخر الدین رفاعی

سیدہ قمر جہان بیگم

حضرت سید جلال الدین رفاعی
عرف بادشاہ میاں

سید حضرت غلام محی الدین
عرف شیر لوبابا رفاعی

حضرت سید احمد کبیر رفاعی

حضرت سید وزیر علی رفاعی

حضرت سید بدر الدین رفاعی

حضرت سید زین العابدین عرف زاہد رفاعی

سید محمودہ بیگم

سیدہ شاہدہ بیگم

اسلامی تصوف اور سلسلۂ رفاعیہ

پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد
چیئرمین شعبہ سیاسیات
رئیس کلیہ فنون جامعہ کراچی

آج عالم اسلام میں بحیرۂ اوقیانوس سے بحرالکاہل تک اور مغربی ممالک میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ہے۔ تاریخ میں اسلام نے ایک آفاقی امّت کو تشکیل دیا۔ یہ صحیح معنی میں صوفیاء کرام کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ ہے۔ حکمرانوں نے فتوحات کے ذریعہ سلطنتیں قائم کیں لیکن تبلیغ اسلام کی ذمہ داری صوفیاء کرام و علماء کی تھی۔ حکومتیں زوال پذیر ہوئیں لیکن امّت مسلمہ کی روحانی ربط کو صوفیاء نے برقرار رکھا اور علماء نے شریعت الٰہی کے نفاذ کے ذریعہ اس روحانی ربط کو خارجی مظاہر کے ذریعہ قائم رکھا۔

ہسپانیہ میں بنو امیہ نے صدیوں حکومت کی لیکن حکومت کے ختم ہونے کے بعد وہاں آثارِ قدیمہ باقی رہ گئے ہیں اور موسیقی اور طرزِ معاشرت پر اسلامی اثرات باقی ہیں لیکن مسلمان نہیں۔

اسلامی تصوف کی بنیاد روح وجسم کے ثنویت کی قائل نہیں ہے۔ عبادت سے روح کی بالیدگی ہوتی ہے اور اس کے اثرات انسان کے ظاہراً عمل پر بھی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تصوف میں طریقت وشریعت

کو علیحدہ نہیں کر سکتے جس طرح ظاہر و باطن کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی تصوف کا کلیدی تصور معرفت الٰہی کا حصول ہے۔ جب اسلامی تصوف پر خارجی نظریات کے اثرات کا نفوذ ہوا تو پھر اس کا اصلی رنگ بدل گیا۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے اثرات نے اسلامی تصوف کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ کثرت میں وحدت یقینی خارجی نظریہ ہے۔ یہ اسلامی عقائد کے منافی ہے۔

صوفیائے کرام نے تبلیغ اسلام کی ذمہ داری قبول کی اور اپنے قول و فعل سے، اپنے کردار سے اور عشقِ حقیقی کے پیغام کے ذریعہ عوام کو اسلام کی طرف راغب کیا اور لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔

عہدِ نبوی میں صحابہ کرام عبادت و ریاض کے ذریعہ تزکیہ نفس میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ یہی تصوفِ اسلامی کی ابتدا تھی۔ بعد میں خلفاء راشدہ کے دور میں بھی اکثر صحابہ صلوٰۃ تہجد و نوافل کے ذریعہ عرفانِ الٰہی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ امّتِ اسلامیہ میں جب تک خلیفہ دنیوی اور دینی اور روحانی قیادت کے اہل تھے انہوں نے امّتِ واحدہ کے روحانی و سیاسی اتحاد کو برقرار رکھا لیکن جب خلفاء امورِ مملکت میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ وہ یا تو امّت کو دینی و روحانی قیادت فراہم کرنے سے قاصر ہوتے یا پھر اس قیادت کے اہل نہ رہے اس وقت امت میں داخلی انحطاط و انتشار کا سلسلہ شروع ہو گیا کیونکہ امت کی سیاسی وحدت روحانی ارتباط پر قائم نہ رہ سکی اور امت میں روحانی قیادت کا خلاء پیدا ہو گیا۔

اس خلاء کو دراصل صوفیاء کرام نے پُر کیا اور سیاسی تنظیم کو تقویت پہنچانے کی غرض سے اس کے متوازی روحانی تنظیم قائم کی۔ اس طرح صوفیائے کرام نے سلسلے قائم کئے۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی اصطلاحات اور فقہ کی سیاسی اصطلاحات بڑی حد تک مماثل ہیں۔ قطب، ابدال، خلیفہ وغیرہ۔ امتِ اسلامیہ کو علاقائی سطح پر ولایات میں تقسیم کیا اور گوشے گوشے میں صوفیائے کرام کو تعینات کیا گیا۔ اور ہر سلسلہ کی مرکزی تنظیم بھی ہوا کرتی تھی لیکن صوفیاء کے تبلیغی مشن کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر تھا کہ انہوں نے براہِ راست حکومت وقت سے اپنا تعلق اس طرح نہیں رکھا کہ انہیں مشائخ سے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ ان صوفیاء نے سلاطین کو بھی متاثر کیا اور انہیں پند ونصائح کے ذریعہ جبر و استبداد سے اجتناب کی تلقین کی۔ اور دوسری طرف عوام سے رابطہ قائم کرکے ان پر روحانی تصرف کیا اور انہیں روحانی طور پر ملتِ اسلامیہ سے مربوط رکھا۔ یہ صوفیاء کرام کا بڑا کارنامہ تھا۔

تصوف اور صوفیائے کرام سے متعلق اسلامی ادب میں گرانمایہ سرمایہ موجود ہے۔ رسالہ قشیری، کشف المحجوب۔ منطق الطیر کے علاوہ غزالی۔ ابن العربی اور بعد میں شاہ ولی اللہ کی تصانیف ہیں۔ بزرگ صوفیاء کی سوانح حیات بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ معروف سلسلے آج تک عالم اسلام میں تبلیغ واشاعت اسلام اور روحانی تصرف میں مصروف ہیں اور سارے سلسلے کا اصل منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے جاکر ملتا ہے یا پھر یہ

معروف صحابہ کرامؓ کے توسط سے محبتِ رسولؐ اور عرفانِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں ۔ قادریہ ، چشتیہ ، سہروردیہ ، تیجانی ۔ النوسی وغیرہ عالم اسلام میں اثر انداز ہوئے ۔

سلسلہ رفاعیہ کو منفرد حیثیت حاصل ہے ۔ اس لیے کہ یہ کسی مخصوص سلسلے سے براہِ راست منسلک نہیں بلکہ اس کے بانی حضرت سیدنا الشیخ احمد الکبیر الحسینی الموسوی بذاتِ خود خاندانی اعتبار سے ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسینؑ اور امام موسیٰ الکاظم سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے جا کر ملتا ہے ۔ اور حضرت علی اسلامی تصوف کا مرکز حقیقی ہیں ۔ آپ نہ صرف یہ کہ پایہ کے مرد کامل تھے بلکہ انہوں نے تفسیر و حدیث اور تصوف پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں ۔ اسی طرح بہت سی اور تصانیف بھی ہیں ۔

اسی طرح آپ کی ذات گرامی میں طریقت و شریعت کا حسین متوازن امتزاج ملتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے سلسلے میں طریقت و شریعت تضاد یا ثنویت نہیں ملتی ۔

اسلامی تصوّف ترک دنیا کی قائل نہیں اور نہ ہی شرعی پابندیوں سے مبرّا ہے ۔ رفاعیہ سلسلے میں اسی لیے ہمیں اسلامی تصوف کی صحیح ترجمانی ملتی ہے ۔

میں جناب عزت محمد صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کا بڑا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس سلسلے سے متعارف کرایا ۔ اور اس سے متعلق رسالے مرحمت فرمائے ۔ اور الحاج سید رضی الدین رفاعی صاحب کی تصنیف

"شانِ رفاعی" دی جس کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس کے مطالعہ سے میرے قلب و فکر پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ میری روح کے تاروں میں احمد الکبیر الرفاعی نے زخمہ زنی کی ہے اور اس کی کثافتوں کو دور کرکے مجھے آشنائے لطافتِ روحانی کر دیا ہے۔ امید ہے کہ میری طرح دوسرے افراد بھی سلسلہ رفاعیہ سے اکتسابِ فیض کریں گے اور اضطرابِ قلب تذبذب، فکر اور انتشارِ روح کا مداوا حاصل کریں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ: سائل کو نرمی سے جواب دے دینا اور سائل کے اصرار سے درگزر کرنا اس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے بعد سائل کو کسی طرح کی ایذا ہو اور اللہ بے نیاز و بردبار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے راہ میں اپنے ساتھی صحابی سے فرمایا "آؤ اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے تردّد کیا مگر آپ نے اصرار کیا اور بہت ہی اصرار کرکے انہیں اونٹ پر سوار کیا۔ اور خود اونٹ سے اتر پڑے۔

راتبِ رفاعیہ

تحریر: زہرہ ساجد (ایم اے اسلامک اسٹڈیز)

سلسلۂ عالیہ الرفاعیہ کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے میں نے حضرت مولانا سیدنا نورالدین الرفاعی کی لکھی ہوئی کتاب "تحفۂ رفاعیہ" کا مطالعہ کیا۔ جس سے سلسلۂ رفاعیہ مجھ پر پورے طور پر واضح ہوگیا۔ اِسی کتاب کی مدد سے راتبِ رفاعیہ کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

سلسلۂ رفاعیہ میں نکاح کے وقت یا ولادتِ فرزند کے وقت یا ولیمہ کے دن دَف یا دائرے کا بجانا بالکل جائز ہے اور اس سلسلے میں کنز الدقائق کے باب الشہادۃ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مرقوم ہے: ومن الناس من اجاز الغناء فی العرس الاتری انہ لاباس یضرب الرفاعیہ اعلاناً

کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۲۹۹ کتاب الشہادۃ میں لکھا ہے اور بعض فقہا نے جائز رکھا ہے سرود کو نکاح میں ۔۔۔۔ جیسے دُف بجانا اس میں جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے۔ مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں۔ کتاب الشہادۃ کے صفحہ ۳۰۰ میں مرقوم ہے۔ ملاہی دو قسم کی ہے۔ ایک محرم۔ چنانچہ آلاتِ مطربۂ غنا وغیرہ۔ دوسری قسم اُمباح ہے اور وہ دُف ہے۔

سرورِ حادثِ دینی میں یا بروزِ عیدین بھی دائرے کا بجانا درست

اور جائز ہے ۔ اور اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت ہے ۔ کہ بی بی عائشہ کے مکان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے ۔ بی بی عائشہ کی دو لونڈیاں دَف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں ۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے ۔ انہوں نے ان کو دَف بجانے سے منع فرمایا ۔ تب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر درگزر کرو اور انہیں دف بجانے دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بروزِ عیدین دف بجانا جائز ہے ۔ اگر درست نہ ہوتا تو حضور اکرمؐ اس کو ضرور منع فرماتے ۔

غرضیکہ راتبِ رفاعیہ رفاعیہ مطلقاً ہر کسی وقت بجانا دائرے کا جائز ہے ۔ علمائے دین نے اس کی اباحت اور جواز پر یہ حدیث شریف بھی پیش کی کہ ایک عورت حضورِ اکرمؐ کے روبرو دف بجانے کے لئے پیش کی گئی ۔ جب اس عورت نے آپ سے دریافت کیا کہ دف بجاؤں یا نہیں ۔ آپؐ نے دَف بجانے کی اجازت دے دی ۔ بدیں وجہ علماء مجتہدین نے دف کا بجانا نکاح ، ولیمہ عیدین وغیرہ بغیر از فواحش وغنا ولہو ولعب کے جائز رکھا ہے ۔ اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور مکروہ کہا ہے لیکن ان اختلافات کے باوجود صحیح تر قول جواز واباحت کا ہے ۔ علمائے مجتہدین نے اس بارے میں بحث کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورِ اقدس میں دائرہ بجا ہے اور آپ نے اس کو منع نہیں فرمایا ۔ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ دَف اور دائرہ بجانا درست اور جائز ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ احکام دین سکھانے والے ہیں۔ اگر دَف بجانا ازروئے شرع جائز نہ ہوتا تو حضورِ اکرمؐ ضرور اس کی مخالفت کرتے۔ جن علمائے کرام نے ان سے اختلاف کیا ہے وہ اس کو منع تو کرتے ہیں لیکن حرام نہیں کہتے۔

سادات رفاعیہ، ان کے توابعین و متعلقین اپنے طریقہ کے مطابق ذکر و اذکار کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قصائدِ نعت و توصیفِ بزرگان بھی پڑھتے ہیں۔ سلسلۂ رفاعیہ کے عہدِ حکومت میں نشان موجود تھے۔ آپ کے روبرو اکثر نشان چلے ہیں۔ یہ امر احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے حدیث کے مضمون سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ علم بنانا یا نشان بنانا جائز ہے اور درست ہے اور علم بنا کر اس کا پھرانا بھی درست ہے۔ بروز عیدین و اعراسِ بزرگانِ دین نشانوں کا پھرانا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشی کے موقع پر اہل اسلام اپنے مذہب کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ایسا کریں تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ لیکن لہو و لعب سے احتیاط ضرور لازم ہے۔

مشائخین، صالحین کے استقبال کے لئے مع نشان و دفوف مسلمانوں کا شہر سے باہر جانا اور با اعزاز و اکرام لے آنا شرعاً درست و جائز ہے۔ اس کے جواز کی دلیل احادیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہؓ کے روز مکہ معظمہؓ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ سفید نشان تھا۔ حارث بن سے مروی ہے کہ میں مدینہ شریف گیا تو دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

منبر پر تشریف رکھتے تھے اور بلال رضؓ تلوار کھینچے روبرو کھڑے تھے۔ اسی اثنا میں ایک کالا نشان نظر آیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عمرو بن عاص ہیں جو غزا سے واپس آئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو جب آپ مدینہ پہنچے تو لوگ دف بجاتے اور اشعار پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ عورتوں نے آپ کا استقبال اشعار کو ترنم سے گاکر کیا۔

علم اور نشان تمام مشائخین نے اپنے اپنے سلسلے کے واسطے الگ رنگ یا الگ وضع کا مقرر کیا ہے اور یہ اسی طرح جاری ہے مگر بعض اشخاص دوسرے طریق کے نشان اور سلسلہ وغیرہ بغیر اجازت و خلافت کے عمل میں لاتے ہیں۔ یہ سراسر خلافِ طریقِ بزرگانِ سلف ہے۔ اور ہر طریق کی جو علامت اور عرض مقرر ہے وہ نہیں رہتی۔ کیونکہ مشائخ باجماعت کے ہمراہ جس وضع یا رنگ کا نشان ہو تو بغیر دریافت کرنے پر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

نشانوں کے کپڑوں پر کلمہ طیبہ یا اسمائے متبرکہ لکھنا بھی درست اور جائز ہے بشرطیکہ اس کی بے حرمتی یا بے تعظیمی نہ ہو۔ چنانچہ درالمختار کے کتاب الطہارت میں مرقوم ہے۔

"کپڑے پر الملک للہ لکھا جائے تو اس کا بچھانا اور استعمال کرنا مکروہ ہے مگر اس کا لٹکانا زیب و زینت کے لئے مکروہ نہیں۔

مواہب الدنیہ میں امام قسطلانی الشافی رحؒ حضرت حمزہ کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حمزہ رضؓ کو حضرت محمدؐ نے ایک علم اور ایک نشان سفید دیا تھا۔ علم اس کو کہتے ہیں جو حرب میں رکھا جاتا ہے تاکہ صاحب لشکر کا قیام ہو۔ اس علم کو بعض وقت خود سردار اٹھاتا ہے۔ اور کبھی لشکر کے آگے رکھتے ہیں۔ امام احمد اور ترمذی ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا نشان سیاہ اور جھنڈا سفید تھا۔ اس طرح عدی نے ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ اس نشان پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہُوا تھا۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے صریح واضح ہے کہ کلمہ طیبہ یا اسمائے متبرکہ نشان کے کپڑے پر تحریر کرنا بالکل درست اور جائز ہے۔

صوفیائے کرام مثلاً رفاعیہ قادریہ اور چشتیہ وغیرہم کی مجالس میں جو حالتِ وجد اور رقص کی پیدا ہو اس مجلسِ مذاکرہ کو شیطانی یا یا بھوت یا کفار وغیرہ سے مشابہت دینا۔ اور ان کی شان میں نازیبا الفاظ کہنا بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ وہ لوگ ہرگز خلاف شرع کام نہیں کرتے اور کسی اہلِ طریق نے ترک صوم وصلوٰۃ حج زکوٰۃ نہیں کی یا دوسروں کو بھی اس سے باز نہیں رکھا۔

جو لوگ صوفیائِ کرام کے وجد کو بھوت یا شیطان سے تشبیہہ دیتے ہیں ان کو ایسے اقوال وافعال سے روکنا بہت ضروری ہے۔ بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ملائکہ ربانی اہلِ ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جب ذاکرین کو پاتے ہیں تو ان کو اپنے پروں سے اوّل آسمان تک اٹھا لیتے ہیں۔

پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو شاہد کر کے فرماتا ہے کہ میں نے ان کو بخشا تو کوئی فرشتہ کہتا ہے۔ ان میں فلاں بندہ گنہگار بھی ہے جو ان کی راہ پر نہیں کسی کام کو آیا تھا تو وہاں بیٹھ گیا۔ تب حق تعالیٰ سے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس کو بھی بخش دیا۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بے نصیب نہیں رہتا۔

قصائد کا دف کے ہمراہ پڑھنا درست اور جائز ہے کیونکہ احادیث و روایات سے منکشف ہے کہ آنحضرت ؐ کے حضور اقدس میں دف کے ساتھ اشعار پڑھے گئے اور آپ نے سماعت فرمایا۔ اسی لحاظ سے سفر کہنا اور سننا یا پڑھنا شرعاً درست ہے۔ شیخ نجیب عبدالقاہر سہروردی کے آداب المریدین میں مرقوم ہے "جن اشعار میں حمد و نعت و صفت صالحین و مواعظ ہو ان کا سننا حلال ہے اور جس میں ذکر ازمان و منازل و امم ہو تو اس کا سننا مباح ہے اور جس میں ہجو عیب اور فحش کلمات ہوں ان کا سننا حرام ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا فرمایا۔

الغرض جو قصائد اچھے مضمون کے ہوں ان کو پڑھنے اور سننے میں امید حصول ثواب ہے اور ذکرِ صالحین موجبِ نزولِ رحمت ہے۔ قصائد حسنہ کے سننے سے دلوں میں ذوق و شوق و محبت الٰہی کے باعث حالتِ وجد و رقص پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات کھڑے رہتے ہیں اور بعض اوقات بیٹھتے ہیں۔ یہ حالتِ رقص و تواجد بھی شرعاً درست او

جائز ہے کیونکہ توحیدِ ایزدی اور نعت نبی سننے سے حالتِ وجد پیدا ہوتی ہے۔ اس حالتِ وجد یا استغراق میں کھڑا رہے یا بیٹھے درست وجائز ہے کیونکہ ان قصائد کے مضامین پر غور وخوض کرنے سے فرطِ انبساط کے باعث یا فقد خوشش الحانی کے باعث دلوں پر رقّت طاری ہوتی ہے اور وجد کی حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس حالت میں خوشی کی وجہ سے محو ہو کر قبضۂ اختیار سے باہر ہوجاتے ہیں۔ یہ از روئے شریعت درست اور جائز ہے۔

مسجد نبوی ؐ میں حبشیوں کا رقص اور بی بی فاطمہ رضؓ کے عقدِ مبارک میں لوگوں کا تواجد اور اس کے سوا کئی دوسری احادیث سے ثابت ہے جو صحاح ستّہ میں موجود ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ اس رقص سے مراد طوائف اور مخنثوں کا رقص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے کہ خوشی کے باعث اور قصائدِ حسنہ سننے کے باعث حالتِ وجد پیدا ہو تو یہ شرعاً درست اور جائز ہے۔

طریقۂ رفاعیہ میں جو گرز اور شمشیر وسیخ سے ضرب کرتے ہیں وہ بھی از روئے شریعت جائز ہے کیونکہ ایسے کاموں سے ممانعت بلحاظ تکلیف کی جاتی ہے اور یہ قید شرطیہ ہے۔ اس صورت میں جس شخص کو گرز وشمشیر وغیرہ سے تکلیف نہ ہو تو اس شخص کے لئے ممانعت باقی نہ رہی اور دوسروں کے واسطے بلحاظ تکلیف ممانعت باقی ہے چنانچہ ایسے امور کی تمثیل کتبِ فقیہہ میں موجود ہے۔

اس سلسلے میں ایک سوال یہ ہے کہ متعلقینِ طریقۂ رفاعیہ کسی

مریض کو لعابِ دہن لگاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کیا یہ از روئے شریعت درست ہے؟ اور جائز ہے؟

کسی مریض کو یا زخم وغیرہ پر لعاب دہن لگانا اور اس کے لئے دعا کرنا درست و جائز ہے اور بزرگانِ دین کا لعابِ دہن لگانا موجب برکت و سعادت ہے۔ اس کی دلیل اس حدیث مبارکہ سے دی جاتی ہے

بخاری و مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ خیبر کی لڑائی میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ لشکرِ اسلام سے پیچھے رہ گئے اور شب کو وہاں قیام کیا۔ اس وقت حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ میں کل اس شخص کو نشان دوں گا جو خدا اور رسول کو پیارا ہے۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ نشان لینے کی غرض سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں درد کرتی ہیں۔ آپ نے ان کو بلوایا اور ان کی آنکھ میں اپنے دہن مبارک سے لعاب لگایا اور دعا کی۔ بحکم خدا فوراً صحت حاصل ہوئی اور تمام زندگی دردِ چشم کی شکایت نہ رہی۔ بعد میں ان کو نشان عنایت کئے۔

طریقۂ رفاعیہ کے لحاظ سے بزرگانِ دین کو بلفظ یا ندا کرنا بالکل درست و جائز ہے مثلاً المدد یا شیخ عبدالقادر۔ المدد یا سیدنا احمد الکبیر الرفاعی۔ اولیاء کرام سے توسّل پکڑنا بھی درست و جائز ہے۔

اس سلسلے میں مشکوٰۃ شریف کے باب زیارت القبور میں ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اکرمؐ ایک مرتبہ مدینہ کے قبرستان سے گزرے۔ حضور اکرمؐ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا یا اہل القبور السلام علیکم۔

غرض اس قسم کی دوسری احادیث سے واضح ہے کہ لفظ یا کے ساتھ نِدا کرنا درست اور جائز ہے۔ سلسلہ رفاعیہ میں عَلم یعنی نشان بنانا۔ رکھنا اور اسکا پھرانا بروزِ عیدین اور بروزِ اعراسِ بزرگانِ دین وغیرہ درست اور جائز ہے۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں عَلم اپنے صحابہ کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔

ارشادِ الٰہی ہے :-

اے لوگو! جب تک تم خدا کی راہ میں وہ چیزیں خرچ نہ کرو گے جو تمہیں عزیز اور پیاری ہیں۔ نیکی کے درجے کو ہرگز نہ پہنچو گے اور جو چیز بھی خرچ کرو گے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

ارشادِ الٰہی :-

اے مسلمانو! خدا کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو وہ چیزیں جو تم نے تجارت وغیرہ سے خود کمائی ہوں یا ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ تک بھی نہ کرو۔

سیدنا و مرشدنا السیّد احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمۃ

از: جلال الدین احمد نوری

حضرت سیدنا و مرشدنا زبدۃ العارفین، سلطان الاولیاء السید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نسباً موسوی حسینی تھے۔ یعنی امام موسیٰ کاظم کی اولاد تھے۔ ان کے اجداد میں ایک شخص سید حسن مکّی معروف بہ سلطان مہدی تھے جن کا لقب رفاعہ تھا۔ رفاعہ کے لغوی معنی آواز کا بلند ہونا ہے۔ اور اسی بنا پر ان کو رفاعی کہا جانے لگا۔ ان کے بزرگ مکۂ معظمہ میں مقیم تھے۔ سید احمد کبیر کے والد مکّہ سے نکل کر عراق کے زیریں علاقے یعنی بطائح شط العرب کے ایک جزیرہ نما قریہ "ام عبیدہ" میں مقیم ہو گئے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۵۱۲ھ میں یعنی ۱۱۰۶ء میں ہوئی اور ۲۲ جمادی الاول ۵۷۸ / ۳ اکتوبر ۱۱۸۱ء میں آپ نے وفات پائی۔ ان کا سلسلہ طریقت حضرت جنیدؒ سے ملتا ہے۔ مجالس الاحمدیہ، آثار النافیہ، الحکم الرفاعیہ، الحکم الساطعہ، البرہان المؤید آپ کی چند تصانیف میں سے ہیں جن میں سے آخری الذکر کتاب کا اردو ترجمہ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی نے فرمایا اور البنیان المشیّد کے نام سے چھپ چکا ہے۔ رسالہ الحکم الرفاعیہ کا ترجمہ عربی سے فارسی زبان میں قسطنطنیہ میں چھپا اور اردو ترجمہ مولانا عبدالحلیم شرر نے کیا جو ۱۹۱۶ء میں شائع

ہوا۔ سید نا احمد کبیر رفاعی عشقِ رسول ہی سے اس بلندی پر فائز ہوئے جہاں ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں۔ یہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا جو ۵۵۵ میں مکۃ المکرمہ سے مدینہ کی جانب کھینچ کر لے گیا اور آپ مدینہ منورہ سے تقریباً ایک میل پہلے سواری سے اُتر گئے اور مدینہ منورہ تک پیدل سفر کیا اور وہاں پہنچ کر عجز و انکساری سے فرمایا

السّلامُ علیکم یا جدّی ۔ یعنی اے میرے نانا جان آپ میرا سلام قبول فرمائیے۔ ۔ دوسری جانب سے ارشاد ہوا:

وعلیکم السلام یا ولدی یعنی اے میرے فرزند میری جانب سے بھی تم پہ سلامتی ہو۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ اس وقت بارگاہِ رسالتؐ میں تقریباً نوّے ہزار عشاقِ نبیٔ علیہ السلام موجود تھے جنہوں نے بنفسِ نفیس اس آواز کو سُنا۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور دور و نزدیک سے پہنچنے والے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حمیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے مواعظ میں بار بار اس بات کی سختی سے تاکید فرماتے تھے کہ دین کی پیروی میں اتباعِ سُنّت کا خاص خیال رکھنا چاہیے اور ہر قسم کی بدعتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے بندگی پوری یہ ہے کہ مقامِ عبدیت تک پہنچائے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچے اور دونوں

میں عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ (احکام کی تکمیل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے آپ کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے) احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے۔ بدون اعمال کے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے۔ بے باکی کے ساتھ خوف (کا دعویٰ کرنا) فضیحت (اور رسوائی کا سبب) ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نفس اور خواہش کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھو جاتا ہے۔

(البنیان المشید۔ صفحہ ۳۶)

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ حضرت غوث اعظم دستگیر علیہ الرحمۃ کے ہم عصر مشائخ میں سے تھے۔ اور فقہی اعتبار سے شافعی المذہب تھے۔ جبکہ غوث الاعظمؒ حنبلی تھے۔ اور آپ دونوں کے درمیان ازحد اچھے تعلقات تھے۔ پوری دنیا میں سلسلۂ رفاعیہ جو کہ سیدنا احمد کبیر الرفاعیؒ سے منسوب ہے دیگر سلاسل یعنی قادریہ۔ سہروردیہ، چشتیہ، شاذلیہ خضریہ، برھانیہ، سطوحیہ کی طرح ایک عظیم ترین اور وسیع ترین سلسلہ ہے جس کی شاخیں پاکستان کے علاوہ کویت۔ مصر۔ شام ترکی، ہندوستان، لبنان، عراق، امارات اور یمن میں پائی جاتی ہیں۔

۱۹۷۰ء میں جب راقم الحروف بغداد یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھا تو ہر روز جمعرات کو حضرت سیدنا مرشدنا احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ

کے مزار شریف پر حاضری دے کر اپنے دامن کو فیوض و برکات سے بھرتا رہا۔ اب تازہ ترین اور مصدّقہ اطلاعات کے مطابق سیدنا مرشدنا علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دینے والوں کے لئے سرکاری سطح پر اطمینان بخش اہتمام کیا گیا ہے۔ ہر جمعرات کو بعد ظہر بغداد سے امّ عبیدہ کے لیے بسیں جاتی ہیں۔ اور بعد نماز جمعہ ان کی واپسی ہوتی ہے۔ کھانے پینے کا سامان "کوت" سے خرید لیا جاتا ہے۔ یہ جگہ بغداد سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ضلع "میان" کا ایک شہر ہے۔ مجھے جامع مسجد شیخ عبد القادر الگیلانی علیہ الرحمۃ بغداد شریف کے امام و خلیب عبد الوہاب نے بتایا کہ سیدنا احمد کبیر رفاعی نے تمام قوتوں کے ساتھ میل جول و محبت کا پیغام دیا اور یہی وجہ ہے کہ عراق کے دیگر فقہی مسلک کے پیروکار آپ کا از حد احترام کرتے ہیں اور بغداد سے بغرض زیارت امّ عبیدہ بھی جاتے ہیں۔ ام عبیدہ اگرچہ سرحدی علاقہ ہے لیکن متعدد خطرات سے محفوظ ہے۔ سیدنا احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ کے مزار شریف سے ہر شب ایک نور کا شعلہ کا آسمان سے نمودار ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ گردش کر کے خود ہی بجھ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے سیدنا احمد کبیر رفاعیؒ کے مزار شریف کی حفاظت کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کو مقرر فرما دیا ہے۔ جو مزار شریف کے دربار میں شعلہ بار ہو کر حاضری دیتے ہیں۔ کویت کے ایک سابق وزیر سیدنا و شیخنا یوسف ہاشم الرفاعی مدظلہٗ العالی بھی حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمۃ کے نبیرۂ اعظم

ہیں۔ راقم الحروف کو سلسلہ رفاعیہ میں سیدنا الشیخ حسین فوزی البغدادی کے علاوہ سیدنا یوسف ہاشم الرفاعی سے بھی مسند خلافت حاصل ہے۔ حضرت سیدنا یوسف ہاشم الرفاعی صاحب مدظلہ کی روایت کے مطابق سلسلۂ رفاعیہ کی ایک شاخ ہندوستان کے ایک شہر بڑودہ (گجرات) میں بھی قائم ہے۔ اور اسی شاخ کے چند بزرگ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے تھے۔ جو سلسلہ رفاعیہ کے پروگرام کو مزید فروغ دینے کے لئے انتھک جد و جہد کر رہے ہیں اور ہر سال پورے جذبہ عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمۃ کی یاد میں مجالس منعقد کر کے بے شمار دین و دنیوی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بزرگانِ دین کی یاد منا کر ان کے جاری فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

*

ارشادِ ربّی ہے کہ :۔

اے مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال دکھاوے کیلئے خرچ کرتا ہے اور روز آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔

رفاعیہ ٹرسٹ کراچی پاکستان

مسندِ رفاعیہ پاکستان